مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی رسالہ

انصار الدین

نومبر/دسمبر 2024ء | نبوت/فتح 1403 ہجری شمسی | جمادی الاول/جمادی الثانی 1446 ہجری | جلد 21 نمبر 6

عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ



سالانہ اجتماع 2024 مجلس انصار اللہ یوکے



Distinguished guests with Ameer Sahib UK



Ijtema address by Sadr Majlis Ansarullah UK





Some Glimpses of Sports Competitions











Food Marquee

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ   وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

مجلس انصار اللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی رسالہ

انصار الدین

نومبر/دسمبر 2024ء | نبوت/فتح 1403 ھجری شمسی | جمادی الاول/جمادی الثانی 1446 ھجری | جلد 21 نمبر 6

مجلس انصار اللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ کیا آپ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لیے روزانہ دو نفل ادا کررہے ہیں اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کررہے ہیں؟

صدر مجلس: صاحبزادہ مرزا وقاص احمد

قائد اشاعت: جلال الدین

مدیر: محمود احمد ملک

نائبین: صفدر حسین عباسی
میر انجم پرویز

فہرست مضامین

ادا ریہ

عبادِ صالحین

2024ء کے آغاز سے قبل ہی مجلس انصاراللہ برطانیہ کے لیے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اس سال کے لیے نصب العین (**theme**) ’’عبادِ صالحین‘‘ مقرر کر دیا گیا تھا۔ بعد ازاں ہماری بہت سی تقاریب و اجتماعات میں اس موضوع پر سیر حاصل روشنی ڈالنے کی کوشش کی جاتی رہی۔ مضمون نویسی کے سالانہ مقابلہ جات کا مرکزی نکتہ بھی یہی عنوان رہا۔

صراط مستقیم پر چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ میں مومنوں کو یہ دعا سکھلائی ہے کہ اے خدا! تُو ہمیں ایسے نیک لوگوں کے راستے پر چلا جن پر تُو نے انعام کیا۔ ان انعامات کا ذکر خدا تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت 70 میں نبی، صدیق، شہید اور صالح کے حوالے سے کیا ہے۔ گویا ’’صالحیت‘‘ انسان کے لیے مختص روحانی مدارج میں سے ایک ابتدائی درجہ ہے۔ دراصل یہ اُس صلاحیت کا نام ہے جس کے نتیجے میں ایک مومن ایسے اعمال بجالاتا ہے جو ہر قسم کے فساد، ظلم، ریا اور تکبّر سے پاک ہوں۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 274 تا 276 ایڈیشن 1984ء)

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایمان لانے اور پھر عملِ صالح بجالانے والوں کا ذکر بے شمار مقامات پر فرمایا ہے اور اُن سے بے شمار انعامات کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ گویا کہ ایک مومن سے یہی توقع رکھی گئی ہے کہ وہ صالحیت کے درجہ میں شامل ہو کر اپنی روحانی ترقی کا سفر جاری رکھے۔ پس ایمان لانے کے بعد عمل صالح کرنا لازم و ملزوم ہے اور ضروری ہے کہ ہر وہ شخص جو صالحیت کے اعلیٰ مدارج کے حصول کا متمنّی ہے وہ اپنے ایمان کو کامل بناتے ہوئے ایسی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرے جس میں وہ اپنی سوچ اور اپنے اعمال کو خلق خدا کے لیے سراسر خیر کا موجب بنادے۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف ذاتی حیثیت میں وہ اعلیٰ روحانی مدارج حاصل کر سکتا ہے جن کا بیان سورۃ النساء کی مذکورہ بالا آیت میں بھی کیا گیا ہے بلکہ اجتماعی حیثیت میں بھی یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ مومنین کی ایسی جماعت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے خلافت جیسی نعمتِ عظمیٰ سے نوازا جائے گا جو اعمالِ صالحہ بجالائیں گے۔ (النور 56:) اور یقیناً یہی وہ لوگ ہیں جن سے خدا تعالیٰ نے ارض مقدس کا وارث بنائے جانے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ (سورۃ الانبیاء 106:)۔ اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ’’عمل صالح‘‘ کرنے والوں کو یہ خوشخبری دی کہ ’’جیسے آخرت میں انسان عمل صالح سے بچتا ہے ویسے ہی دنیا میں بھی بچتا ہے۔ **اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عمل صالح والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔** سمجھ لو کہ جب تک تم میں عمل صالح نہ ہو، صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 275۔ ایڈیشن 1984ء)

گویا ایک ایسا بے ضرر شخص جسے قدرت حاصل ہونے کے باوجود بھی حقوق انسانی کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو بلکہ انسانیت کی خدمت اور بہبود کے لیے وہ ایسا مفید وجود بن جائے جو ہمہ وقت محض اپنے ربِّ کریم کی خوشنودی کی خاطر اس عارضی زندگی کے پل صراط سے ایک نافع النّاس وجود بن کر گزرتا چلا جائے، ایسا شخص نہ صرف اپنے لیے بلکہ اُن کے لیے بھی کامیابی کا زینہ بن جاتا ہے جو اُس کے دار امن میں اطاعت کرتے ہوئے داخل ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے دین و دنیا کو عافیت کے حصار میں دے دیتے ہیں۔

الغرض ’’عبادِ صالحین‘‘ کے مضمون کا نہ تو اختصار کے ساتھ احاطہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اپنی اہمیت کے لحاظ سے یہ ایسا عمومی درجہ رکھتا ہے جسے ہم انصار صرف ایک سال کے لیے ہی اپنا نصب العین مقرر کر کے تحریر و تقریر کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کریں اور کسی حد تک اپنے اعمال کو سنوارنے کی سعی کریں اور پھر سال نَو کے آغاز پر جب نیا تجویز شدہ لائحہ عمل موصول ہو تو اُس کو پیش نظر رکھتے ہوئے عبدِ صالح بننے کے اپنے موجودہ عظیم الشان نصب العین کو یکسر فراموش کر دیں۔ بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم نے اس سال عبدِ صالح بننے کے لیے جو کوشش کی ہے اسے آئندہ بھی جاری رکھیں کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس کے لیے ہم ہر نماز کی ہر رکعت میں خصوصیت سے دعا کرتے ہیں اور اس راستے پر چلتے ہوئے اُس کامیابی کی امید رکھتے ہیں جو ہمیں ایسے عبادِ صالحین میں شامل کر دے جنہیں خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی انعامات عطا فرمائے ہیں اور آخرت میں بھی انہیں اپنے بندوں میں شامل کرتے ہوئے اپنی جنت کا وارث قرار دیا ہے۔

برادرانِ کرام! اگر غور کیا جائے تو قرآنِ کریم کی تعلیمات، آنحضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کا خلاصہ دراصل یہی ایک مضمون ہے۔ یعنی اپنی زندگی کے ہر پہلو کو ایمان سے منوّر کرتے ہوئے اس کی روشنی میں عملِ صالح بجالانے کی کوشش کرتے چلے جانا۔ تقویٰ کا یہی مضمون ہے جس کا ادراک حاصل کرنے کے لیے امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات اور خطابات کو باقاعدگی سے سننا اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ امر واقعی یہ ہے کہ خلافت احمدیہ ہی وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جو بحیثیت جماعت ہمارے عبادِ صالحین ہونے کی شہادت دے رہی ہے۔ پس اس نعمت سے اپنی ذاتی زندگیوں کو متمتّع کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کی تصویر بن جائیں اور چاہیے کہ خلیفۂ وقت کے ایسے سلطان نصیر بن جائیں کہ ہماری نسلوں میں بھی اس نعمت کا تسلسل جاری وساری رہے اور وہ بھی اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے اس کی برکات سے وافر حصہ پانے والی ہوں اور اپنے وقت پر اُن تمام عظیم الشان انعامات کی وارث بھی قرار پائیں جو "عبادِ صالحین" کے لیے خدا تعالیٰ نے مقدّر کر رکھی ہیں اور جن کی خوشخبری خدا تعالیٰ نے اعمال صالحہ بجالانے والے مومنین کو دے رکھی ہے۔

اگرچہ عملِ صالح کے حصول کے لیے تقویٰ کی باریک در باریک راہوں کا بیان ایک احمدی کی زندگی کا حصہ تو ہے ہی لیکن اس کا اظہار گزشتہ ایک سال میں برطانیہ کے انصار کے سامنے اتنی بار اور اتنی شدّت سے ہوتا رہا ہے کہ ہر سامع کے لیے اُس کی زندگی کی سب سے بڑی تمنّا یہی بن جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے بھی عباد صالحین کے زمرہ میں شامل فرماتے ہوئے اُن تمام برکات سے متمتع فرمادے جن کے عطا فرمانے کا اُس نے "عبادِ صالحین" سے وعدہ کر رکھا ہے۔

پس ہمارا فرض ہے کہ کسی صورت بھی اس پیغام کو فراموش نہ ہونے دیں اور اپنے ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے وہ عملِ صالح بجالانے کی کوشش کریں کہ ہمارا شمار خدا تعالیٰ کی نظر میں بھی عبادِ صالحین میں ہونے لگے تاکہ ہم اُن زمانی اور روحانی انعامات کے وارث قرار پائیں جن کا خدا تعالیٰ نے عبادِ صالحین سے وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ آیئے اپنے نصب العین کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم یہ عہد کریں کہ ہم اپنے خالق حقیقی سے وفا کرتے ہوئے شفقت علیٰ خلق اللہ کی سعی کریں گے اور بالخصوص نافع النّاس بنتے ہوئے اپنے ربّ کے عظیم الشان انعام "خلافت احمدیہ" سے محبت اور وفا، اس کی اطاعت اور اس کی حفاظت کے لیے "انصاراللہ" کے اپنے عہد کو حرزِ جان بناتے ہوئے خلافت راشدہ کے سلطان نصیر بننے کی کوشش کرتے چلے جائیں گے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔

یہ بات ہمیشہ ہمارے مدّ نظر رہے کہ ہمارا صرف اپنے اجتماعات اور جلسوں میں اپنے عہد یا بیعت کے الفاظ کا دہرا دینا ہی کافی نہیں ہے۔ اگرچہ بیعت کے لیے ہاتھ بڑھانا اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت دیتے ہوئے خلیفۂ وقت کی اطاعت کا اقرار کرنا بھی ضروری ہے لیکن ان عظیم الشان الفاظ کی روح کو سمجھے بغیر اگر ہم اپنی زندگیوں میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں اور عباد صالحین میں شامل ہونے کے لیے مقدور بھر سعی نہ کرسکیں تو یہ اپنی ہی جان پر ظلم ہو گا۔ عہدِ بیعت کرنے کے بعد عمل صالح کی ضرورت اور اہمیت کے بارے میں سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:

"**سمجھ لو کہ جب تک تم میں عملِ صالح نہ ہو صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا۔** ایک طبیب نسخہ لکھ کر دیتا ہے تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ جو کچھ اُس میں لکھا ہے وہ لے کر اسے پیوے۔ اگر وہ ان دواؤں کو استعمال نہ کرے اور نسخہ لے کر رکھ چھوڑے تو اسے کیا فائدہ ہو گا۔ اب اس وقت تم نے توبہ کی ہے۔ اب آئندہ خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس توبہ سے اپنے آپ کو تم نے کتنا صاف کیا۔ اب زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ تقویٰ کے ذریعہ سے فرق کرنا چاہتا ہے۔ بہت لوگ ہیں کہ خدا پر شکوہ کرتے ہیں اور اپنے نفس کو نہیں دیکھتے۔ انسان کے اپنے نفس کے ظلم ہی ہوتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ بعض آدمی ایسے ہیں کہ ان کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ اُن کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے استغفار کا التزام کرایا ہے کہ انسان ہر ایک گناہ کے لیے خواہ وہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا، خواہ اسے علم ہو یا نہ ہو اور ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔ آج کل آدم علیہ السلام کی دعا پڑھنی چاہیے: رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَ اِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَ تَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ (الاعراف **24:**) یہ دعا اوّل ہی قبول ہو چکی ہے۔ غفلت سے زندگی بسر مت کرو۔ جو شخص غفلت سے زندگی نہیں گذارتا ہرگز امید نہیں کہ وہ کسی فوق الطاقت بلا میں مبتلا ہو۔ کوئی بلا بغیر اذن کے نہیں آتی۔ جیسے مجھے یہ دعا الہام ہوئی: رَبِّ کُلُّ شَیۡءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحۡفَظۡنِیۡ وَانۡصُرۡنِیۡ وَارۡحَمۡنِیۡ۔"

(ملفوظات جلد **4** صفحہ 275، 276 ایڈیشن 1984ء)

(محمود احمد ملک)



درس القرآن

اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ وَ لَمۡ یَخۡشَ اِلَّا اللّٰہَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِکَ اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُہۡتَدِیۡنَ ۔(التوبۃ:18)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ کی مساجد تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کھائے۔ پس قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار کیے جائیں۔

دنیاوی عمارتوں یا وہ عمارتیں جو دنیاوی مفادات حاصل کرنے کے لیے بنائی جاتی ہیں ان کے افتتاحوں میں تو دنیا کے رواج کے مطابق ان ملکوں میں خاص طور پر اور دنیا میں عموماً دنیاوی ظاہری خوشیوں کے اظہار ہوتے ہیں اور یہ اعلان ہوتے ہیں کہ اس سے ہم یہ دنیاوی فائدہ اٹھائیں گے اور وہ دنیاوی فائدہ اٹھائیں گے۔ لیکن مسجد کا افتتاح جب ہم کرتے ہیں، جب ہم مسجد تعمیر کرتے ہیں تو اس سوچ کے ساتھ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اس گھر کی تعمیر سے ہم نے اپنا مدّعا اور مقصد جو رکھنا ہے وہ صرف اور صرف یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ان باتوں کا کرنا ضروری ہے جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم عطا فرمایا ہے، اور اس میں سب سے پہلا اور اوّلین مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنا ہے، اور اس طرح ادا کرنا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے۔ یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں جیسا کہ ترجمہ بھی پڑھ دیا گیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی بتایا ہے کہ مسجد کی تعمیر کرنے والوں کا مقصد کیا ہونا چاہیے یا وہ کون لوگ ہیں جو مسجد کی تعمیر کا حق ادا کرتے ہیں۔ وہ وہ لوگ ہیں جو اس کی آبادی کی فکر میں رہتے ہیں، اس کو اچھی حالت میں رکھنے کی فکر میں رہتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہیں۔ کہنے کو تو سب کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا عملی اظہار بھی ضروری ہے اور وہ اس وقت ہی ہو سکتا ہے جب اقام الصلوٰۃ کا عملی نمونہ دکھایا جائے۔

اقام الصلوٰۃ کیا ہے؟ اس کا عملی اظہار کس طرح ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے؟

اس کا عملی اظہار ایک تو نماز باجماعت کی ادائیگی میں ہے، دوسرے نماز میں اللہ تعالیٰ کی حضوری اور توجہ کو قائم رکھنا ہے اور یہی ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات اور تفسیر سے پتہ چلتا ہے۔ پس نماز کا حقیقی قیام کرنے والے وہ لوگ ہیں جو باجماعت نماز کے عادی ہوں اور اپنی توجہ خالص اللہ تعالیٰ کی طرف رکھتے ہوئے نمازیں پڑھنے والے ہوں؛ دعا، استغفار اور توجہ سے نماز ادا کرنے والے ہوں؛ توجہ ادھر ادھر ہو تو پھر اپنی توجہ کو خدا تعالیٰ کی طرف لے کر آئیں۔ ہم میں سے ہر ایک اپنا جائزہ لے سکتا ہے کہ کس حد تک ہم اقام الصلوٰۃ کے اس معیار کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔ اس مادی دنیا میں اکثریت اول تو باجماعت نماز کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں دیتی اور اگر مسجد میں آ بھی جائیں تو نہ فرض نمازوں میں، نہ سنتوں میں وہ توجہ رہتی ہے جو نماز کا حق ہے۔ ایسی حالت اگر ہے تو ہم خود ہی اپنی حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیا واقعی ہم ان لوگوں میں شامل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مساجد تعمیر کرنے والے اور اس کا حق ادا کرنے والے کہا ہے۔

(انتخاب از خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۹؍اکتوبر ۲۰۱۸ء)



حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

☆... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک چوٹی کا حصہ ہوتا ہے اور قرآن کریم کی چوٹی کا حصہ سورۃ البقرہ ہے اور اس میں ایک ایسی آیت ہے جو قرآن کریم کی سب آیات کی سردار ہے اور وہ آیت الکرسی ہے۔

(سنن الترمذی کتاب فضائل القرآن باب ماجاء فی فضل سورۃ البقرۃ وآیۃ الکرسی حدیث نمبر ۲۸۷۸)

☆...[حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے] بتایا کہ (میرے ساتھی یعنی) صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھی باتوں کے متعلق پوچھا کرتے تھے جبکہ مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے متعلق پوچھتا تھا۔ مَیں نے پوچھا یارسول اللہؐ! کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہوگا جیسا کہ اس سے پہلے تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ مَیں نے کہا کہ اس سے بچنے کا کیا طریق ہے؟... آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تُو اس وقت اللہ کے خلیفہ کو زمین میں دیکھے تو اسے مضبوطی سے پکڑ لینا اگرچہ تیرا جسم نوچ دیا جائے اور تیرا مال چھین لیا جائے۔ اور اگر تُو اُسے (اللہ کے خلیفہ کو) نہ دیکھے تو زمین میں (کہیں) بھاگ جانا خواہ تم اس حال میں مرو کہ تمہیں درخت کی جڑیں چبانی پڑیں۔

(مسند احمد بن حنبل، باقی مسند الانصار، حدیث حذیفۃ بن الیمان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم 22916)

☆... حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظن سے بچو۔ یقیناً بدظنی سب سے بڑا جھوٹ ہے اور ٹوہ نہ لگاؤ اور تجسس نہ کرو اور دنیاداری میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش نہ کرو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے بے رخی نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن)

☆... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو ہی باتوں میں رشک کرنا جائز ہے۔ ایک تو وہ شخص جسے اللہ مال دے۔ پھر اس کو برمحل بے دریغ خرچ کرنے کی طاقت دے اور ایک وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت دی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہو (اور عمل کرتا ہو) اور اوروں کو بھی سکھاتا ہو۔ (بخاری کتاب العلم بَابُ الِاغْتِبَاطِ فِي الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ)

☆... حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (بخاری کتاب الایمان بَابُ أُمُورِ الإِيمَانِ)

☆... حضرت صفوان بن عسالؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کوئی نکلنے والا اپنے گھر سے علم کے حصول کے لیے نہیں نکلتا مگر فرشتے اس کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور جو وہ کر رہا ہوتا ہے اُس پر خوش ہوتے ہیں۔ (ابن ماجہ باب فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ)

☆... حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا اگر تمہارے ذریعہ ایک آدمی بھی راہ راست پر آجائے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من اختار الغزو بعد البناء)



امام الکلام۔کلام الامام

علیہ الصلوٰۃ والسلام

انسان کو ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف کرے

☆ ... ”نجات اس کو ملتی ہے جس نے اپنا سارا وجود اللہ کی راہ میں سونپ دیا۔ یعنی اپنی زندگی کو خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا اور اس کی راہ میں لگا دیا۔ اور وہ بعد وقف کرنے اپنی زندگی کے نیک کاموں میں مشغول ہو گیا اور ہر ایک قسم کے اعمال حسنہ بجالانے لگا۔ پس وہی شخص ہے جس کو اس کا اجر اس کے رب کے پاس سے ملے گا اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ ڈر ہے اور نہ وہ کبھی غمگین ہوں گے، یعنی وہ پورے اور کامل طور پر نجات پاجائیں گے۔“ (جنگ مقدس، روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۱۴۴-۱۴۳)

☆ ... ”انسان کو ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف کرے۔ میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لیے وقف کر دی اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دے دی ہے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لیے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں تو اُن کو معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لیے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔ یاد رکھو کہ خسارہ کا سودا نہیں ہے بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے۔“

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۹۹، ۱۰۰، ایڈیشن ۱۹۸۴ء)

☆ ... ”بات یہی ہے کہ لوگ اس حقیقت سے ناآشنا اور اس لذت سے، جو اس وقف کے بعد ملتی ہے، ناواقف محض ہیں۔ ورنہ اگر ایک شمہ بھی اس لذت اور سرور سے ان کو مل جاوے تو بے انتہا تمناؤں کے ساتھ وہ اس میدان میں آئیں۔ میں خود، جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اس راحت اور لذت سے حظ اٹھایا ہے، یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لیے اگر مر کے پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔ پس میں چونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں اور اس وقف کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دکھ ہوگا۔ تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رک نہیں سکتا، اس لیے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچادوں۔ آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سُنے یا نہ سُنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیات طیبہ یا ابدی زندگی کا طلب گار ہے تو وہ اللہ کے لیے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اس کی روح بول اٹھے اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (البقرہ:۱۳۲) جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا، خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لیے زندگی کا وقف میں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو اپنے لیے پسند کرتے اور خدا کے لیے زندگی وقف کرنے کو عزیز سمجھتے ہیں۔“ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۱۰۰-۱۰۱، ایڈیشن ۱۹۸۴ء)



فرمودات
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

”مجھے پتہ چلا ہے کہ بعض لوگ چاہے چند ایک ہی ہوں یہاں یا دنیا میں کہیں بھی بڑے انہماک سے خطبے بھی سنتے ہیں، جماعت کے اجلاسوں میں بھی شامل ہوتے ہیں لیکن عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ خلیفۂ وقت کا کام ہے اللہ رسول کی باتیں بتانا۔ انہوں نے بتا دیں، تم نے بھی سن لیں، مَیں نے بھی سن لیں لیکن کروں گا وہی جو میرا دل کرے گا۔ یعنی فیصلہ درست ہے لیکن پرنالہ وہیں رہتا ہے۔ تو ایسے لوگ خود ہی جائزے لیں کہ وہ ایمان کی کس حالت میں ہیں۔ ایمان لانے والوں کی پھر ایک نشانی یہ ہے کہ ہر دن ان کے ایمان میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ ہر روز ایک نئی پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اپنے یہ جائزے اب آپ نے خود لینے ہیں کہ کیا ہر دن جو چڑھتا ہے وہ آپ کے ایمان میں اور آپ کے اندر اللہ کے خوف میں زیادتی کا باعث بنتا ہے یا وہیں رُکے ہوئے ہیں جہاں کل تھے۔ ایک نشانی یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں، اس کا پہلے بھی ذکر کیا ہے، تو یہ نہیں کہتے کہ ہم نے سن لیا جو دل چاہے گا کریں گے۔ بلکہ کہتے ہیں سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہ ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا۔ پس اگر یہ جواب نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی کامل نہیں اور پھر مسجدیں آباد کرنے والوں میں شمار نہیں ہو سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کی ایک نشانی یہ ہے، اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان لانے والے وہ لوگ ہیں جو سجدہ کرتے ہیں اور کامل فرمانبرداری سے سجدہ کرتے اور اللہ کی تسبیح و تحمید کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ ایمان لا کر کہتے ہوں کہ ہاں ہم ایمان لائے، اللہ پر ایمان کا دعویٰ ہو اور پھر اللہ رسول کے مخالفین کے ساتھ محبت کا سلوک بھی ہو۔ ایک طرف تو یہ دعویٰ ہو کہ ہم نے زمانے کے امام کو مان لیا اور دوسری طرف امام کے مخالفین کے ساتھ دوستیاں بھی ہوں تو یہ دونوں چیزیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ ایمان کی نشانی تو یہ ہے کہ تم اللہ اور رسول اور نظام سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے بنو۔ دلوں میں کبھی اس بارے میں بال نہیں آنا چاہیے کہ یہ کیوں ہوا، وہ کیوں ہوا، تبھی تم کامل الایمان کہلا سکتے ہو۔ غرض اور بہت ساری باتیں جن پر اللہ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرنے والوں کو کاربند ہونا چاہیے، ان پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

اسی آیت میں جو میں نے پڑھی ہے ایک بات یہ بتائی گئی کہ یوم آخرت پر ایمان ہو۔ اب اگر یوم آخرت پر حقیقی ایمان ہو تو ایسی باتیں انسان کر ہی نہیں سکتا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان میں کمزوری پیدا کرنے والی ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ شیطان کے وساوس بہت ہیں اور سب سے زیادہ خطرناک وسوسہ اور شبہ جو انسانی دل میں پیدا ہو کر اسے خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ کر دیتا ہے، آخرت کے متعلق ہے، کیونکہ تمام نیکیوں اور راستبازیوں کا بڑا بھاری ذریعہ منجملہ دیگر اسباب اور وسائل کے آخرت پر ایمان بھی ہے۔ اور جب انسان آخرت اور اس کی باتوں کو قصہ اور داستان سمجھے تو سمجھ لو کہ وہ ردّ ہو گیا اور دونوں جہاں سے گیا گزرا ہوا۔ اس لیے کہ آخرت کا ڈر بھی تو انسان کو خائف اور ترساں بنا کر معرفت کے سچے چشمے کی طرف کشاں کشاں لیے آتا ہے۔ اور سچی معرفت بغیر حقیقی خشیت اور خدا ترسی کے حاصل نہیں ہو سکتی۔

پس یاد رکھو کہ آخرت کے متعلق وساوس کا پیدا ہونا ایمان کو خطرے میں ڈال دیتا ہے اور خاتمہ بالخیر میں فتور پڑ جاتا ہے۔ پس جسے آخرت کا خوف ہو گا اس کو سچی معرفت بھی ہو گی۔ وہی نیکیوں میں ترقی بھی کرے گا اور اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرے گا۔ اور ایسے لوگوں کی عبادت کو اللہ تعالیٰ نے پھر عبادت قرار دیا ہے اور یہ مسجدیں آباد کرنے والے لوگ ہیں۔ پھر فرمایا کہ مسجدیں آباد کرنے والے نماز کا قیام کرنے والے ہیں۔ مسجد کے لیے تھوڑا سا چندہ دے کر یہ نہیں سمجھتے کہ ہم نے جماعت پر بڑا احسان کر دیا ہے کہ مسجد کی تعمیر میں رقم دے دی ہے بلکہ مسجدیں تعمیر کرنے کے بعد ان کی آبادی کی فکر کرتے ہیں، نماز باجماعت کے لیے مسجدوں میں آتے ہیں۔ فجر کی نماز پر بستروں میں پڑے اینٹھتے نہیں رہتے۔ آج کل تو یہاں بڑی لمبی راتیں ہیں گرمیوں کی راتوں میں اکثر کی ایمانی حالتوں کا پتہ چلتا ہے۔ پس نماز باجماعت کی طرف بھی ایک فکر کے ساتھ توجہ ہونی چاہیے۔“

(انتخاب از خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۲۹/ دسمبر ۲۰۰۶ء)

قابل تقلید مثالیں اور درخواست دعا

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے مجلس انصاراللہ برطانیہ کے تحت مختلف ممالک میں بہت سے رفاہی ادارے قائم کیے جارہے ہیں جن کے لیے عطیات پیش کرکے برطانیہ کے ہزاروں انصار کو دنیا کے بعض غریب خطّوں میں بھوک اور افلاس کے خاتمے اور مختلف بیماریوں کے علاج کے حوالے سے گرانقدر خدمات بجالانے کی توفیق حاصل ہورہی ہے۔ اسی طرح مساجد کی تعمیر کے ذریعے انسان کی روحانی بیماریوں کا علاج کرنے کی سعی بھی جاری ہے۔

خداتعالیٰ کے فضل سے خلفائے احمدیت کی زبان مبارک سے جس تحریک کا بھی اعلان ہوتا ہے، مخلصین بے ساختہ لبّیک کہتے ہیں اور ان بابرکت تحریکات میں حتی المقدور حصہ لے کر نیک انجام کی طرف اپنے قدم بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ افریقہ میں جاری ہونے والے مسرور آئی انسٹیٹیوٹ اور گائنی ہسپتال جیسے عظیم الشان اداروں کے قیام اور ان کو جاری رکھنے کے لیے پیش کیے جانے والے عطیات دیکھ کر قربانی کی اس روح کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو خداتعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اپنی اس پاک جماعت کی روحوں میں ودیعت کی ہوئی ہے۔ ایسی ہی کیفیت برطانیہ میں مسجد ناصر ہارٹلے پول کی تعمیر کے حوالے سے دیکھنے میں آئی اور اس وقت ویلز کی پہلی احمدیہ مسجد 'مسجد بیت الرحیم کارڈف' کی تعمیر کے لیے انصار کی مالی قربانی کی بہت سی داستانیں بھی دوسروں کے لیے قابل تقلید ہیں۔ اس حوالے سے رسالہ ''انصارالدین'' کی زینت بننے والی رپورٹس میں اجتماعی قربانی کے کئی واقعات پیش کیے جاچکے ہیں۔ تاہم ذیل میں صرف دو انفرادی واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

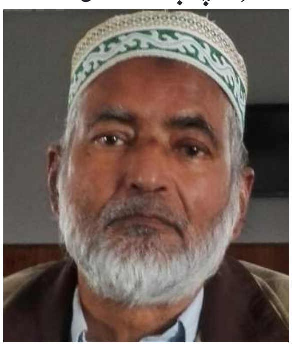


فارنہائم جماعت کے ایک سادہ مزاج دوست مکرم چودھری محمد یوسف جاوید صاحب (سابق کارکن جامعہ احمدیہ ربوہ) نے رمضان المبارک کی ایک رات خاکسار کو فون کیا کہ کسی وقت ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ اگلے ہی روز اُن سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنی ایک درخواست پڑھائی جس میں استدعا کی گئی تھی کہ وہ اپنے دو مرحوم بیٹوں کی طرف سے پانچ ہزار پاؤنڈ کی رقم بطور عطیہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس کارِ خیر کے سلسلے میں انہیں راہنمائی درکار تھی۔ چنانچہ یہ رقم اُنہوں نے اپنے دو عزیز بیٹوں کی طرف سے (جن کی وفات کا صدمہ چند سال قبل آپ برداشت کرچکے ہیں) بطور عطیہ بُرکینافاسو میں قائم کیے جانے والے ہسپتال میں خیراتی کاموں کے لیے پیش کردی۔ محترم چودھری صاحب کے ایک بیٹے مکرم محمد داؤد ظفر صاحب مربی سلسلہ تھے اور لمبا عرصہ رقیم پریس یوکے میں خدمات کی توفیق پاچکے تھے۔ ۱۶؍نومبر ۲۰۲۲ء کو بعارضہ کینسر صرف ۴۸ سال کی عمر میں اُن کی وفات ہوگئی۔ اس سے قبل جولائی ۲۰۱۷ء میں اُن کے چھوٹے بیٹے مکرم چودھری محمد صداقت صاحب حدیقۃ المہدی میں وقارعمل کرنے کے بعد گھر واپس آنے سے قبل سڑک کے ایک حادثے میں شدید زخمی ہوکر وفات پاگئے تھے۔





برادران کرام! اس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں کہ ایک اسّی سالہ بزرگ والد اور اُن کی اہلیہ محترمہ نے اپنی اور اپنی اولاد کی بہت سی اہم ضروریات سے صرف نظر کرتے ہوئے اس غیر معمولی قربانی کو پیش کرنے کی سعادت پائی ہے۔ اللہ تعالیٰ مکرم چودھری محمد یوسف صاحب، اُن کی اہلیہ محترمہ اور دیگر اہلِ خانہ کی قربانی کو قبول فرماتے ہوئے ان سب کو جزائے خیر سے نوازے اور ہمیشہ حافظ و ناصر ہو۔ نیز مرحومین کی مغفرت فرمائے، انہیں اعلیٰ علیّین میں جگہ دے اور اُن کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین



اسی طرح کارڈف مسجد کی تحریک کے لیے مارچ ۲۰۲۴ میں جب محترم صدر صاحب انصار اللہ برطانیہ کی طرف سے انصار کو خطوط پوسٹ کیے گئے تو مجلس Carshalton (بیت الاحسان ریجن) کے ایک ناصر مکرم بشارت احمد صاحب خط موصول ہوتے ہی اُسی روز کسی دوست کا سہارا لیے ہوئے مسجد بیت الفتوح مورڈن کے احاطے میں واقع قیادت مال (مجلس انصاراللہ یوکے) کے دفتر میں تشریف لائے اور کہنے لگے کہ آج مجھے صدر صاحب کا خط ملا ہے، میری عمر 85 سال ہوگئی ہے، زندگی کا بھروسا نہیں ہے اس لیے آگیا ہوں۔ مجھ سے کارڈف مسجد کے لیے چندہ لے لیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی عمر دراز کرے اور ان کی قربانی کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ نیز ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کا ادراک کرنے اور کماحقّہٗ انہیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ادارہ ''انصارالدین'' ایسی ہی قربانی کی مثالیں آئندہ بھی پیش کرتا رہے گا جو قارئین کے لیے ازدیادِ ایمان کا باعث بھی ہوں اور قابل تقلید بھی۔

(مدیر)

قرآن کریم کی عظیم پیشگوئیوں کا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ظہور

(انجینئر محمود مجیب اصغر سویڈن)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2023ء کے جلسہ سالانہ قادیان کے خطاب میں فرمایا تھا کہ قرآن کریم کی پیشگوئیاں مسلسل پوری ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

ذیل میں ان بے شمار پیشگوئیوں میں سے صرف چند اُن پیشگوئیوں کا ذکر کرنا مطلوب ہے جن کا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ظہور ہوا۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ حرمین ہائی سپیڈ ریلوے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"منجملہ ان دلائل کے جو میرے مسیح موعود ہونے پر دلالت کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے وہ دو نشان ہیں جو دنیا کو کبھی نہیں بھولیں گے یعنی ایک وہ نشان جو آسمان پر ظاہر ہوا اور دوسرا وہ نشان جو زمین نے ظاہر کیا۔

زمین کا نشان وہ ہے جس کی طرف یہ آیت کریمہ قرآن شریف کی وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ اشارہ کرتی ہے جس کی تصدیق میں مسلم میں یہ حدیث موجود ہے: وَ یُتْرَكُ الْقِلَاصُ فَلَا یُسْعٰى عَلَیْهَا۔ خسوف و کسوف کا نشان تو کئی سال ہوئے جو دو مرتبہ ظہور میں آگیا اور اونٹوں کے چھوڑے جانے اور نئی سواری کا استعمال اگرچہ بلاد اسلامیہ میں قریباً سو برس سے عمل میں آرہا ہے لیکن یہ پیشگوئی اب خاص طور پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ریل طیار ہونے سے پوری ہو جائے گی۔ ...

تب وہ اونٹ جو تیرہ سو برس سے حاجیوں کو لے کر مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے یک دفعہ بے کار ہو جائیں گے۔... اور حاجی لوگ بجائے بدوؤں کے پتھر کھانے کے طرح طرح کے میوے کھاتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچا کریں گے بلکہ غالباً معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تھوڑی ہی مدت میں اونٹ کی سواری تمام دنیا میں سے اٹھ جائے گی اور یہ پیشگوئی ایک چمکتی ہوئی بجلی کی طرح تمام دنیا کو اپنا نظارہ دکھائے گی اور تمام دنیا اس کو بچشم خود دیکھے گی اور سچ تو یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ کی ریل کا طیار ہونا گویا تمام اسلامی دنیا میں ریل کا پھر جانا ہے کیونکہ اسلام کا مرکز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہے۔"

(تحفہ گولڑویہ تالیف 1900ء مطبوعہ 1902ء روحانی خزائن جلد 17 صفحہ **194-195**)

منصوبہ حرمین ہائی سپیڈ ریلوے 450 کلو میٹر 2009ء-2018ء میں پایہ تکمیل کو پہنچا اور **11**/ اکتوبر **2018**ء کو پبلک کے لیے کھولا گیا۔ 300 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والی ریل گاڑی 3 گھنٹوں میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچتی ہے۔ اس پر کُل لاگت 16.5 بلین ڈالر (62 بلین سعودی ریال) آئی ہے۔ اس ریلوے لائن پر پانچ ریلوے سٹیشن تعمیر کیے گئے ہیں:

1. Medina Station (King Abdul Aziz Street . East)
2. King Abdullah Economic City Station in Rabigh
3. King Abdul Aziz International Airport
4. Jeddah Station (Naseem)
5. Mecca Station (Rusaiyfah)

نہر زبیدہ (عین زبیدہ) اور نہر زرقاء (عین زرقاء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

"دیکھو نہر زبیدہ مکہ میں اور بنی زرقاء کی نہر مدینہ طیبہ میں برگزیدوں کے پینے کے واسطے موجود ہے۔" (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ **548**)

سورۃ بنی اسرائیل میں لکھا ہے کہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مندرجہ ذیل معجزات طلب کیے:

"اور وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ پھاڑ لائے یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر اس کے بیچوں بیچ خوب نہریں کھود ڈالے یا جیسا کہ تو گمان کرتا ہے ہم پر آسمان کو ٹکڑوں کی صورت گرا دے یا اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے یا تیرے لیے سونے کا کوئی گھر ہو یا تو آسمان میں چڑھ جائے۔ مگر ہم تیرے چڑھنے پر بھی ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تُو ہم پر ایسی کتاب اتارے جسے ہم پڑھ سکیں۔ تُو کہہ دے کہ میرا رب ان باتوں سے پاک ہے اور مَیں تو ایک بشر رسول کے سوا کچھ نہیں۔"

(سورۃ بنی اسرائیل آیات 91 تا **94**)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"آیات مرقومہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کفار مکہ نے ایسے چھ معجزہ طلب کیے جو اس وقت سرِدست منکروں کو دکھائے نہیں گئے اور ان کا فوری ظہور نہ ہوا۔

پہلا معجزہ جس کو کفارِ مکہ نے طلب کیا ہے کہ الارض یعنی خاص مکہ کی زمین میں چشمے چلیں اور دوسرا معجزہ جو انہوں نے مانگا ہے کہ تیرے کھجوروں اور انگوروں کے ایسے باغ ہوں جن میں نہریں چلتی ہوں۔ یہ دونوں معجزے اس واسطے طلب کیے گئے کہ کتبِ مقدسہ بضمن بشارات محمدیہ لکھا ہے:"ہاں مَیں بیابان میں ایک راہ اور صحرا میں ندیاں بناؤں گا اور دشت کے بہائم گیدڑ اور شتر مرغ تیری تعظیم کریں گے کہ میں بیابان میں پانی اور صحرا میں ندیاں موجود کروں گا کہ وہ میرے لوگوں کے میرے برگزیدوں کے پینے کے لیے ہوویں میں نے ان لوگوں کو اپنے لیے بنایا۔ وہ میری ستائش کریں گے۔" (یسعیاہ 43 باب 19-21 تک)

ان آیات سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ بیابان اور صحرا میں چشمے جاری

ہوں گے، ندیاں چلیں گی مگر ان میں یہ لکھا ہے کہ برگزیدوں کے پینے کے لیے ہوویں گے۔ (دیکھویسعیاہ43/20)

بنی اسرائیل کے ایسے باغ عربوں کے ہاتھ ضرور آویں گے جن میں نہریں چلتی ہوں مگر بنی اسرائیل مکہ میں آباد نہیں۔ وہ زمانہ ہجرت کے بعد کا ہے جس میں بشارت پوری ہوگئی۔

کفار اہل کتاب کے بہکانے پر دھوکا دیتے ہیں مگر دیکھو نبوی معجزات اور محمدیہ کرامات کیسے زبردست ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں کے واسطے اس بیابان اور صحرا میں ندیاں چل گئیں، نہ کفار کے لیے!

دیکھو نہر زبیدہ مکہ میں اور بنی زرقاء کی نہر مدینہ طیبہ میں برگزیدوں کے پینے کے واسطے موجود ہیں۔" (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 548,549)

نہر زرقاء

حضرت امیر معاویہ نے اپنے عہدِ حکومت (662ء-680ء) میں مدینہ منورہ میں نہر زرقاء تعمیر کروائی تھی۔ لکھا ہے:

There used to be a canal running through the Blessed City of Medina Munawarrah Sharif which was ordered to construct by Syedina Ameer ul Mominin Muawiyara.

مدینہ کے گورنر مروان کو یہ خدمت سونپی گئی۔ ماہرین کے مشورہ کرنے کے بعد قباء کے کنوؤں کو باہم ملایا اور ان کے پانی کو ایک زیرزمین نہر کے ذریعہ جاری کیا جو قباء سے شروع ہو کر مدینہ منورہ سے گزرتی اور مختلف جگہ سے اس اندازے سے کھولا کہ لوگ اپنی ضرورت کا پانی لے سکیں اس پانی کو دس مقامات سے حاصل کیا جا سکتا تھا یہ نہر چودھویں صدی کے وسط تک اہل مدینہ کو سیراب کرتی رہی۔

نہر زبیدہ

بنوعباس کی ملکہ زبیدہ نے حنین اور نعمان کے چشموں سے عرفات تک نہر بنوائی تھی جو انجینئرنگ کا شاہکار اور مسلم لینڈمارک ہے۔ نہر زبیدہ (عین زبیدہ) کے نام سے مشہور ہے۔ یہ نہر ملکہ زبیدہ بنت جعفر نے حاجیوں اور مکہ کے شہریوں کے لیے اوائل نویں صدی میں بنوائی تھی جو ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک جاری رہی اور پھر خشک ہوگئی۔ ملکہ زبیدہ عباسی خلیفہ ہارون رشید کی بیوی تھی لیکن یہ منصوبہ عباسی خلیفہ کی وفات کے بعد ملکہ نے اپنے خرچ پر خطیر رقم سے دس سال میں مکمل کروایا۔ ایک بار مکہ معظمہ کا ذکر تھا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا کہ

"نہر زبیدہ خاتون فرات اور دجلہ سے نہیں لائی گئی بلکہ بہت سے چشموں کو جمع کرکے نکالی گئی ہے اور جب کہ حساب انجینئروں نے پیش کیا تو اس وقت وہ دجلہ کے محل پر بیٹھی ہوئی تھی اس وقت کئی کروڑ کی برآورد بھی پیش کی گئی تو وہ کاغذات دریا میں پھینک کر کہا کہ جو کام خدا کے لیے ہو اس کا حساب کیا۔" (ارشادات نور جلد دوم صفحہ 494)

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عیب مت لگاؤ۔ اپنے لوگوں کے برے برے نام مت رکھو۔ بدگمانی کی باتیں مت کرو اور نہ عیبوں کو کرید کرید کر پوچھو۔ ایک دوسرے کا گلہ مت کرو۔" (روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 350)

ہومیوپیتھی کے معجزات (مرسلہ: عمر ہارون)

معاف کر دینا ایک اچھا امر ہے

معاف کر دینا ایک اچھا امر ہے۔ یہ نہ صرف دل کو ہلکا کرتا ہے بلکہ رشتوں میں بھی محبت اور ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ معافی سے نہ صرف آپ کا دل صاف ہوتا ہے بلکہ آپ کی زندگی میں بھی سکون اور خوشی آتی ہے۔ معاف کر دینا کسی بھی ناانصافی کو چھوڑ کر آگے بڑھنے کا بہترین طریقہ ہے۔ ہومیوپیتھی میں

وِلو باخ فلاور (Willow Bach Flower)

یہ ریمیڈی خاص طور پر ان لوگوں کے لیے مفید ہے جو ماضی کی ناانصافیوں اور تلخ تجربات کی وجہ سے غصہ اور بددلی کا شکار ہوتے ہیں۔

یہ علاج آپ کے دل کو نرم کرنے، پرانی ناراضگیوں کو چھوڑنے اور معاف کرنے کی طاقت فراہم کرتا ہے۔

اس سے نہ صرف آپ کی ذاتی خوشی میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ آپ کے تعلقات میں بھی بہتری آتی ہے، کیونکہ آپ کا دوسروں کو معاف کر دینا ایک اچھا امر ہے۔ یہ نہ صرف دل کو ہلکا کرتا ہے بلکہ رشتوں میں بھی محبت اور ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ معافی سے نہ صرف آپ کا دل صاف ہوتا ہے بلکہ آپ کی زندگی میں بھی سکون اور خوشی آتی ہے۔ معاف کر دینا کسی بھی ناانصافی کو چھوڑ کر آگے بڑھنے کا بہترین طریقہ ہے۔ مثبت اور خوشگوار انداز میں بات چیت کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ وِلو باخ فلاور ریمیڈی کے فوائد مختصراً یوں ہیں:

1۔ ماضی کو بھلانا: یہ آپ کو ماضی کی ناانصافیوں کو بھلا کر آگے بڑھنے میں مدد دیتی ہے۔

2۔ معاف کرنے کی صلاحیت: اس علاج سے آپ معاف کرنے کی طاقت حاصل کرتے ہیں، جو دل کو ہلکا کرتی اور سکون دیتی ہے۔

3۔ مثبت سوچ: یہ آپ کی منفی سوچوں کو ختم کر کے مثبت سوچ پیدا کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

4۔ تعلقات میں بہتری: جب آپ ماضی کی تلخیوں سے آزاد ہو جاتے ہیں تو آپ کے تعلقات بھی بہتر ہو جاتے ہیں۔

گویا یہ ریمیڈی آپ کی زندگی میں سکون اور خوشی لانے کے لیے ایک اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

آسٹریلیا کے قدیم باشندے

(محمود احمد اشرف)

آثار قدیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آسٹریلیا میں انسان کم از کم پینسٹھ ہزار سال پہلے موجود تھا۔ سوال یہ ہے کہ یہ لوگ کہاں سے آئے تھے؟ ایک نظریہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے آباؤ اجداد ستر ہزار سال پہلے افریقہ سے نکلے۔ تاہم یہ افریقہ کے سیاہ فام لوگوں سے مختلف نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جینیاتی اعتبار سے ان کا نیگرو نسل کے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہر حال یہ ایشیا سے ہوتے ہوئے بالآخر آسٹریلیا پہنچے۔ سمندروں اور دریاؤں کو یہ لوگ قدیم طرز کی کشتیوں میں بیٹھ کر پار کرتے تھے یا اس وقت پیدل عبور کرتے جب پانی کی سطح پایاب ہوتی۔ آسٹریلیا کے ان قدیم باشندوں اور پاپوانیو گنی (جو شمال میں واقع ہے) کے لوگوں کے مابین جینیاتی اور ثقافتی اشتراک پایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ آسٹریلیا کے لوگ پاپوانیو گنی سے ہوتے ہوئے یہاں پہنچے تھے۔

یہ لوگ ہزاروں سال سے آسٹریلیا کے مختلف علاقوں میں آباد ہیں اور الگ الگ قوموں یا قبائل میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان کی زبانیں، ثقافتیں، عقائد اور رسوم ورواج مختلف ہیں۔ ایک شناخت نہ ہونے کے باعث ہی ان سب کا کبھی بھی کوئی ایک نام نہیں رکھا گیا۔ برطانیہ نے 1788ء میں آسٹریلیا کو اپنی نو آبادی بنانا شروع کیا اور ان قدیم باشندوں کو پہلی مرتبہ Aboriginal Australians کا نام دیا۔ یہ لاطینی زبان کا لفظ ہے جو اگر بڑے **A** کے ساتھ لکھا جائے تو اس سے مراد آسٹریلیا کے اوّلین اور قدیم باشندے ہیں۔ (اور اگر چھوٹے a سے لکھا ہو تو اس سے مراد کسی بھی ملک کے اصل باشندے ہیں۔) تاہم آسٹریلیا کے قدیم باشندوں کو یہ نام پسند نہیں ہے۔ بلکہ لفظ آسٹریلیا بھی قدیم لوگ استعمال نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنے خطے کو صرف زمین کہا کرتے تھے۔ چنانچہ آسٹریلیا کے Midwestern حصہ میں وہ اپنی زمین کو عموماً اُتھورو (**uthuru**) کہتے ہیں جبکہ Murchison کے علاقے میں بارنا barna کہا جاتا ہے۔ اسی طرح دیگر بہت سے نام ہیں۔ یہاں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ آسٹریلیا نام رومی سلطنت کے زمانے سے چلا آرہا ہے۔ یہ لاطینی زبان کے لفظ Australis سے مشتق ہے جس کے معنی جنوبی کے ہیں۔

قدیم باشندے ان نئے ناموں کو اس لیے ناپسند کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ نیا نام دینے کا مطلب یہ ہے کہ یورپ کے لوگوں کی یہاں آمد سے پہلے گویا ان کی کوئی تاریخ نہیں تھی۔ حالانکہ یورپ کے لوگوں کی نسبت آسٹریلیا کے ان لوگوں کی تاریخ بہت زیادہ پرانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ان کے لیے آسٹریلیا کے قدیم یا اوّلین باشندوں جیسے الفاظ استعمال کیے جانے لگے ہیں۔

جہاں تک ان کی تعداد کا تعلق ہے تو اس وقت یہ 7 لاکھ 45 ہزار کے قریب ہیں۔ آسٹریلیا کی مجموعی آبادی 2 کروڑ 42 لاکھ سے زائد ہے۔ اس لحاظ سے قدیم باشندوں کی تعداد مجموعی آبادی کا تین فیصد بنتی ہے۔ اگرچہ خود ان کا دعویٰ ہے کہ ہم پانچ فیصد ہیں۔

برطانوی استعمار کی آمد و اثرات

آسٹریلیا کے قدیم باشندے یورپی استعمار سے جس قدر بھی ناخوش ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی آمد سے ہی دنیا کو یہ علم ہوا کہ اس دور دراز علاقے میں بھی انسان بستے ہیں۔ برطانوی لوگوں کی آسٹریلیا میں آمد سے پہلے ایک ڈچ ملاح **1451**ء میں یہاں آیا تھا۔ اسی طرح **1606**ء میں سپین کا ملاح Luis Vaez de Torres وہ پہلا یورپین ہے جو اُس آبنائے سے گزرا ہے جس کو آج اسی کے نام پر آبنائے ٹورس کہتے ہیں۔ یہ شمال مشرقی آسٹریلیا اور پاپوانیو گنی کے درمیان ایک مشہور آبی گزرگاہ ہے۔ یہاں 274 جزیرے موجود ہیں جن کے اصل اور قدیم باشندوں کو ٹورس سٹریٹ آئی لینڈر کہا جاتا ہے۔ **1623**ء میں ایک ڈچ ملاح نے ایک بحری سفر کیا جس کا مقصد ان مختلف علاقوں کا کھوج لگانا ہی تھا۔ یہ آسٹریلیا کے قدیم لوگوں کے ساتھ پہلا رابطہ ہے جو ریکارڈ ہوا ہے۔ اور یہ آرنہیم (**Arnhem**) میں ہوا ہے جو آسٹریلیا کے شمالی علاقے کے شمال میں ایک وسیع جنگلی علاقہ ہے جہاں دریا اور آبشاریں پائی جاتی ہیں۔ اب اسی علاقے میں آسٹریلیا کا ایک مشہور نیشنل پارک بنایا گیا ہے۔ **1770**ء میں کیپٹن جیمز کک نے آبنائے ٹورس میں واقع ایک جزیرے پر برطانوی پرچم لہرا کر سارے مشرقی ساحل پر قبضے کا دعویٰ کر دیا۔ برطانیہ نے آسٹریلیا کو 1788ء میں اپنی نو آبادی بنانا شروع کیا جب کیپٹن آرتھر فلپس اپنے بحری جہازوں کے بیڑے کے ساتھ وہاں پہنچا۔ اس کے ہمراہ ایک ہزار لوگ تھے جن میں سے تین چوتھائی لوگ سزا یافتہ مجرم مرد و خواتین تھے جن کو برطانوی حکومت نے ایک نئی کالونی کی تلاش میں بھیجا تھا۔ آرتھر نے سڈنی میں برطانوی پرچم لہرا دیا۔ سڈنی آسٹریلیا کے جنوب مشرقی حصہ میں ساحل پر ایک آبادی تھی۔ اس وقت آسٹریلیا میں قدیم باشندوں کی آبادی کے متعلق اندازہ ہے کہ ساڑھے سات لاکھ سے کچھ زیادہ تھی۔ یورپ کے سفید فام لوگوں کی آمد آسٹریلیا کے اصل اور قدیم باشندوں کے لیے تباہ کن ثابت ہوئی۔ یہ لوگ اپنے ہمراہ تپ دق، چیچک اور خسرہ جیسی مہلک بیماریاں بھی لے کر آئے جن کے خلاف مقامی باشندوں میں قوّت مدافعت موجود نہیں تھی۔ چنانچہ یہ بیماریاں ان لوگوں میں بھی پھیل گئیں۔ ایک سال کے اندر اندر وہاں چیچک جیسی مہلک بیماری پھوٹ پڑی جس سے سڈنی کے علاقے

میں قدیم باشندوں کی پچاس سے نوے فیصد آبادی موت کا شکار ہو گئی۔ اسی طرح برطانوی لوگوں نے پانی کے ذخائر اور زرخیز زمینوں پر قبضہ شروع کر دیا اور مقامی لوگوں کو ان کے اپنے علاقوں سے نکال کر دوسرے علاقوں کی طرف دھکیلنا شروع کیا جس کے نتیجے میں یہ لوگ بھوک اور ننگ کا شکار ہو گئے اور ہزارہا اموات ہوئیں۔ بات یہ ہے کہ برطانوی لوگ شروع سے مقامی لوگوں کے متعلق یہ گہرا تاثر رکھتے تھے کہ یہ وحشی اور جنگلی لوگ ہیں۔ جیمز کک نے ان کو دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا نہ تو کوئی لباس ہے، نہ رہنے کے لیے کوئی مستقل ٹھکانہ ہے، نہ کوئی حکومت ہے، نہ مذہب ہے، نہ یہ زراعت کرتے ہیں، نہ تجارت میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ جب ان کو بھوک لگتی ہے تو جانوروں کی طرح صرف کھانے کی تلاش کرتے ہیں۔ اس تاثر کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ برطانوی استعمار نے ان قدیم لوگوں کو اس قابل بھی نہ سمجھا کہ ان کے ساتھ کوئی معاہدہ کیا جائے۔

قدیم باشندوں نے نو آبادکاروں کے خلاف مزاحمت بھی کی جو عموماً گوریلا جنگ کی شکل میں ہوتی تھی۔ ان کے چھوٹے چھوٹے گروہ مسلح غیر ملکیوں پر تیزی کے ساتھ حملہ کر کے بھاگ جاتے۔ اس وقت کے اخبارات و رسائل ان لوگوں کو خطرناک اور غدار قرار دیتے۔ یہاں تک کہ ان کے خلاف مارشل لاء بھی نافذ کیا گیا۔

1830ء میں ایک ملین ایکڑ زمین جزیرہ Van Diemen's Land (جس کا دوسرا موجودہ نام تسمانیہ ہے جو آسٹریلیا کے جنوب مشرق میں ایک جزیرہ ہے) میں نو آبادکاروں کو دے دی گئی جو قدیم باشندوں کے لیے صدیوں سے ایک عمدہ شکارگاہ تھی۔ گورنر آرتھر نے جزیرہ کے قدیم باشندوں کو مشرق کی طرف دھکیلنے کی ناکام کوشش کی جس کے نتیجے میں ایک خون ریز جنگ شروع ہوئی جو آسٹریلیا کی تاریخ میں ہونے والی جنگوں میں سے ایک بدترین جنگ تھی اور اس کو "سیاہ جنگ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ جنگ جو بڑی حد تک ایک گوریلا جنگ تھی 1820ء سے 1832ء تک جاری رہی۔ اس میں چھ سو سے لے کر نو سو تک قدیم باشندے اور دو صد سے زائد یورپین ہلاک ہوئے۔ آج یہ کوئی بڑی تعداد نہیں لگتی لیکن اس کی اہمیت یہ ہے کہ اس جنگ کے نتیجے میں جزیرہ تسمانیہ میں قدیم باشندوں کا نام و نشان قریباً مٹ گیا اور یہاں برطانیہ کا تسلّط پوری طرح سے قائم ہو گیا۔ آج بہت سے مؤرخ اس جنگ کو نسل کشی قرار دیتے ہیں۔

یورپ کے لوگ **1788**ء میں آسٹریلیا پہنچے تھے۔ ان لوگوں نے آسٹریلیا کے اصل باشندوں کو غلام بنانا شروع کیا۔ چنانچہ غلامی تب سے اب تک کسی نہ کسی شکل میں آسٹریلیا میں موجود ہے۔ ان نو آبادکاروں نے باقاعدہ بہت سے اصل باشندوں کا قتل عام کیا۔ یہ ذکر گزر چکا ہے کہ بہت سے لوگ ان متعدی بیماریوں کا شکار ہو کر مر گئے جو یورپ کے لوگ اپنے ہمراہ لائے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ **1920**ء تک ان کی تعداد صرف ساٹھ ہزار رہ گئی تھی۔ یہ ایک قابل ذکر بات ہے کہ **1980**ء کی دہائی تک ان قدیم باشندوں کا ایک ایسا گروہ موجود تھا جو جھاڑیوں میں حیوانوں کی طرح زندگی گزارتے تھے اور ان کا متمدّن زندگی سے کوئی بھی تعلق نہ تھا۔

قدیم باشندوں کے مذہبی تصورات

آسٹریلیا کے اوّلین باشندوں میں خواب دیکھنا ایک منفرد مذہبی عقیدہ ہے۔ تاہم لفظ خواب کا مفہوم ان کے نزدیک اس لفظ کے عام مفہوم سے بہت مختلف ہے۔ ان کے نزدیک خواب سے مراد کئی امور ہیں۔ اس سے مراد ایک ایسی کائنات کا تصور ہے جو تبدیل نہیں ہو رہی اس لیے وقت کی حدود سے ماوراء ہے۔ تاہم یہ ازخود نہیں ہے بلکہ اس کو تاریکی میں سے خدا نے پیدا کیا ہے۔ تاریکی کو اور خدا کو کس نے پیدا کیا ہے؟ یہ کوئی نہیں جانتا۔ یہ ایک قابل ذکر بات ہے کہ تخلیق کائنات کی کہانی آسٹریلیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک بنیادی طور پر ایک ہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا نے روشنی کو بنایا اور تمام مخلوقات کے لیے ایک دائمی قانون وضع کیا۔ اس نے روحوں اور ہمارے ان آباؤ اجداد کو وجود بخشا جو خود تخلیق کار تھے۔ چونکہ کائنات اور قانون کبھی تبدیل نہیں ہوتے اس لیے یہ وقت سے ماوراء ہیں جیسے خواب میں ہم وقت کی قید سے آزاد ہوتے ہیں۔

ایک معنوں میں خواب انسانی یادداشت سے بھی پہلے کا تخلیق کا دور ہے جب ایسے وجود اس براعظم کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے جو تمام نباتات، حیوانات اور انسانوں کو تخلیق کر رہے تھے۔ انسانی معاشروں کو قائم کر رہے تھے۔ انہیں زبانیں، قانون اور رسوم و رواج سکھا رہے تھے۔ ان میں سے بہت سے ایسے لوگ تھے جو بیک وقت انسانی اور حیوانی خواص کے حامل تھے۔ ان لوگوں نے ایک بے آب و گیاہ سرزمین کو نہایت سرسبز اور شاندار بنا دیا جس کی آج ہم سب تعریفیں کرتے ہیں۔

ان کے جسم اگرچہ اس مشقت کے نتیجے میں مر گئے لیکن ان کی روحیں آج بھی کرۂ ارض کے مظاہر میں باقی ہیں۔ آسٹریلیا کے قدیم باشندے یقین رکھتے ہیں کہ یہ زندگی عطا کرنے والے اور زندگی کو قائم رکھنے والے وجود آج بھی اہم مقامات پر موجود ہیں اور ہم پر نگران ہیں اگرچہ ہمارے کاموں میں وہ براہ راست مداخلت نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہماری ثقافت کی بنیاد دراصل ایک قسم کے معاہدے پر ہے کہ ہم اپنے آباو اجداد کے احکامات کی پیروی کریں گے تاکہ روحانی سلطنت سے ملنے والا فیض نہ صرف جاری رہے بلکہ بڑھتا چلا جائے۔ زمین کی زرخیزی اور دیگر سب استعدادیں اسی فیض کا نتیجہ ہیں۔ ہماری قوت حیات کا آخری سبب ان ہی وجودوں کا مرہون منت ہے۔ مذہبی اجتماعات اور رسومات میں ان ہی وجودوں سے دعا مانگی جاتی ہے کہ وہ زمین کی زرخیزی کو بحال رکھیں، موسموں کے رنگ قائم رہیں اور ہمیں صحت و عافیت کے ساتھ رکھیں۔ تخلیق کی یہ کہانیاں خوابوں کی کہانیاں کہلاتی ہیں جو مختلف قومیں مختلف رنگ میں بیان کرتی ہیں۔ یہ کہانیاں بچوں کو ان کی تہذیب و ثقافت سکھانے کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب مادی کائنات کی تشریح کرتے ہیں اور ہمارے طرز عمل کو ریگولیٹ کرتے ہیں۔ قدیم باشندوں کے

مذہب میں ان دونوں امور کو یکجا کر دیا گیا ہے جس کی بنیاد اس مفروضے پر ہے کہ زندگی اور اس کے سب مظاہر ایک یکساں روحانیت رکھتے ہیں۔
(The Biggest Estate on Earth page 123)

قدیم باشندوں کے تصوّرِ خواب کے متعلق مذکورہ بالا معلومات کسی قدر مبہم ہیں۔ اس سلسلے میں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ معلومات بالعموم مغربی مصنفین کی بیان کردہ ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں آسٹریلیا کے دو صاحب علم رہنماؤں سے براہ راست معلومات حاصل کیں ان اصحاب کی رائے یہ تھی کہ ان کے عقائد کو غلط سمجھا گیا ہے اور غلط طریق پر دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ صحیح تصور کیا ہے؟ اس بابت جو کچھ انہوں نے بتایا اس کا خلاصہ حضور نے اپنی کتاب ”الہام، عقل، علم اور سچائی“ میں درج کیا ہے۔ آپؒ تحریر فرماتے ہیں: ”ان کے نزدیک خدا خوابوں کے ذریعے اپنے بندوں سے ہم کلام ہوتا ہے۔ خوابوں کے ذریعے انہیں اپنی زندگی کے بہت سے واقعات پر قبل از وقت اطلاع دی جاتی ہے۔ ان کے ہاں مذہبی رہنماؤں کا باقاعدہ ایک درجہ بدرجہ نظام موجود ہے جو تعبیر الرؤیا کا علم رکھنے والوں پر مشتمل ہوتا ہے۔...خواب دیکھنے والے کو اکثر یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کے خواب میں کیا پیغام مضمر ہے لیکن تعبیر کرنے والا اس پیغام کو سمجھ لیتا ہے اور بالعموم اس کی تعبیر درست نکلتی ہے۔“ (صفحہ 195۔ اردو ترجمہ)

عصر حاضر میں ان قدیم باشندوں کا مذہب عیسائیت ہے اور ان کی اکثریت کیتھولک اور انگلیکنز پر مشتمل ہے۔ بہت سے مقامی مذاہب بھی ہیں جو آسٹریلیا کی دیومالائی روایات سے وابستہ ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم سب اپنے خوابوں کے ذریعے زمین سے وابستہ ہیں۔ استعماری طاقتوں یعنی برطانوی لوگوں نے اس براعظم پر آباد ہونے کے لیے اس زمین کے ساتھ ہمارے تعلق کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی ہے، مگر آج بھی ہمارے بہت سے گروہ زمین کے ساتھ وابستہ رہ کر اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ یہ لوگ خانہ بدوشوں کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ان کا انحصار قدرتی ذرائع کی دستیابی اور عدم دستیابی پر ہوتا ہے۔ صحراؤں کے رہنے والے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں رہتے ہیں اور جلد جلد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ جبکہ دریاؤں اور ساحلی علاقوں میں بسنے والے نسبتاً دیر تک ایک جگہ قیام کرتے ہیں۔

قدیم باشندے اور عیسائیت

سفید فام حکومتی کارندوں کی نسبت عیسائی مشنریوں کا رویہ مقامی باشندوں کے ساتھ قدرے بہتر تھا۔ مشنریوں کے ہاتھ میں نہ صرف یہ کہ بندوقیں نہیں تھیں بلکہ وہ ان باشندوں کے ساتھ دوستانہ طریق سے ملتے تھے۔ ان کو تحائف دیا کرتے تھے جن میں کپڑے، تمباکو، خوراک، آئینے اور اس طرح کی دیگر ضروری اور نادر اشیا ہوتی تھیں۔ مقامی باشندے خوراک اور تمباکو کے بدلے جنسی تعلقات کی پیش کش کرتے تھے۔ بالعموم عیسائی مشنریز اس پیش کش کو قبول نہ کرتے جو مقامی باشندوں کے لیے ایک حیران کن بات تھی۔ البتہ وہ انہیں چرچ کی عبادت میں شامل ہونے کا کہتے پھر انہیں کھانا دیتے۔ اسی طرح پادری ان سے محنت مزدوری کروا کر ان کو کسی رنگ میں اس کا معاوضہ دیتے۔ بہت سی جگہوں پر پادریوں کو بھی فوری طور پر خوش آمدید نہیں کہا گیا بلکہ ان کے خلاف بھی مزاحمت کی گئی۔ تاہم انہوں نے آہستہ آہستہ مقامی باشندوں کا اعتماد حاصل کیا۔ مقامی باشندے ابتدا میں ان سے خوف زدہ رہتے تھے اور ان کے قریب آنے سے بھی ڈرتے تھے۔ مشنریز ان کے لیے کھانا اور دیگر چیزیں درختوں سے لٹکا دیتے تھے۔ وہ رات کی تاریکی میں خاموشی سے آکر چیزیں اُٹھا کر لے جاتے۔ رفتہ رفتہ وہ مشنریوں سے مانوس ہوئے تو انہوں نے مقامی باشندوں کو خدا، فرشتوں اور نیک لوگوں کے متعلق بتایا نیز ان کے معجزات بیان کیے تو مقامی باشندوں نے اس کو اسی قسم کی روحانیت سے تعبیر کیا جو وہ اپنے آباؤ اجداد کی طرف منسوب کرتے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ مشنریز روحانی لوگ ہیں۔ پھر جب انہوں نے جدید ادویات کے ذریعہ مقامی باشندوں کی بیماریوں کا علاج شروع کیا تو ان کا اعتقاد اَور بھی بڑھ گیا۔ اسی طرح مشنریز نے ہر قسم کے مشکل حالات میں ثابت قدمی دکھائی، سخت گرمی کا مقابلہ کیا، جنگلوں اور بیابانوں میں بے خوف ہو کر رہے۔ موذی جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کا بھی مقابلہ کیا۔ پادریوں کی ان کوششوں اور قربانیوں کی وجہ سے مقامی باشندوں کا تاثر ان کے متعلق عموماً اچھا تھا۔

مشنریز نے بچوں پر بہت توجہ دی۔ اس سلسلے میں ان کی حکمت عملی کا بنیادی حصہ یہ تھا کہ بچوں کو والدین سے الگ کر کے ہوسٹلز وغیرہ میں رکھا جائے۔ والدین بسا اوقات بخوشی اس پر راضی ہو جاتے تھے کیونکہ اس طرح بچوں کی تمام بنیادی ضروریات بآسانی پوری ہو جاتی تھیں۔ مشن کے ان ہوسٹلز میں بچے بہت مصروف اور منظم زندگی گزارتے تھے۔ ان کے لیے چوبیس گھنٹے کا پروگرام ہوتا تھا۔ ان کو اپنے والدین اور دیگر رشتہ داروں سے ملنے کے بہت کم مواقع دیے جاتے تھے۔ اس طرح وہ اپنے قبائلی رسوم و رواج سے بے خبر اور دور ہوتے جاتے تھے۔ یہ بچے بالغ ہو کر بالعموم چرچ کے جاری کردہ مختلف اقتصادی منصوبوں مثلاً کاشت کاری وغیرہ پر کام کر کے کچھ آمد پیدا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض چرچ سے نکل کر عام دنیوی کاموں میں بھی مصروف ہو جاتے جس کو مشنریز پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ نگرانی کے بغیر یہ اپنے پرانے طرز زندگی کی طرف لَوٹ جائیں گے۔ یہ کشمکش ان بچوں کے ذہنوں میں بھی رہتی اور اس کے نتیجے میں یہ نفسیاتی اور ذہنی مسائل سے بھی دوچار رہتے۔

تنگ نظر مشنریز جو اکثریت میں تھے قدیم باشندوں کو بالکل بے دین سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ لوگ خدا کے تصور اور روحانیت سے بالکل عاری ہیں اس لیے ان کو عیسائیت کی تعلیم دینے کی اشد ضرورت ہے۔ کشادہ ذہن رکھنے والے مشنریز کو عیسائیت اور قدیم باشندوں کی روایات میں کچھ اشتراک دکھائی دیتا تھا، لہٰذا انہوں نے دونوں کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ قدیمی باشندے اپنے آباؤ اجداد کی مافوق الفطرت قوتوں پر یقین رکھتے

تھے۔ اس تصور کی مدد سے ان کو بتایا گیا کہ کس طرح حضرت مریم کے بطن سے بغیر کسی جنسی تعلق کے مسیح پیدا ہوئے۔ ان مشنریز نے قدیم روایات کو جبر کے ذریعے ختم کرنے یا دبانے کی بجائے ان کو تسلیم کیا اور ان کے سامنے عیسائیت کے اصول پیش کیے اور انہیں کہا کہ یہ بہتر روحانیت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اناجیل کے مقامی زبان میں تراجم کیے گئے۔ جادو ٹونا مقامی باشندوں میں عام تھا۔ اس کی مخالفت کی گئی۔ تعددِ ازدواج (جس میں بڑی عمر کے لوگ عورتوں کو مال مویشی سمجھ کر استعمال کرتے تھے) کے خلاف مہمیں چلائی گئیں۔ انہیں ایک عورت کے ساتھ شادی کرنے نیز شادی کے سلسلے میں قبائلی حدود و قیود سے نکلنے پر مائل کیا گیا۔ مشنریز کی کوششوں سے قدیم باشندوں کے رسوم و رواج میں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اور اس نوعیت کی کوششیں دیرپا بھی ثابت ہوئیں۔ مثلاً وورورا (Worora) قبیلہ میں ایک رسم مُردے کی تدفین سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ یہ تھی کہ مردے کو جس پلیٹ فارم پر رکھا جاتا اس پلیٹ فارم کے نیچے ایک پتھر قبیلے کے ہر مرد کے لیے رکھنا ضروری تھا۔ مُردے کے جسم سے رطوبت خارج ہو کر اگر کسی پتھر پر گرتی تھی تو جس شخص نے وہ پتھر رکھا ہوتا تھا اس کو مُردے کا قاتل سمجھا جاتا تھا۔ اس رسم کے خلاف خود قبیلے کے وہ افراد اٹھ کھڑے ہوئے جو عیسائی مشنریز کے زیر اثر اپنے رسوم و رواج سے بدظن ہو کر عیسائیت کی طرف مائل ہو چکے تھے۔

تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مقامی باشندوں نے بہت کم عیسائیت کو قبول کیا ہے۔ مثلاً پادری جی سیل 1954ء کے باتھرسٹ آئی لینڈ مشن کے متعلق افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تیس سال کی کوششوں کے باوجود ہم ایک بھی بالغ انسان کو عیسائی نہیں بنا سکے۔

(Aboriginal Australians p.164)

دنیا کے جن دیگر خطوں میں پادریوں کو کامیابی ملی اس کا باعث یہ ہوتا تھا کہ قبیلے کے چیف کی حمایت پہلے انہیں حاصل ہو جاتی تھی۔ آسٹریلیا میں ایسا نہیں ہوا۔ ان کے ہاں کوئی ایک بادشاہ یا چیف نہیں تھا، نہ آج ہوتا ہے۔ یہ لوگ اپنی روایات کے ایک مضبوط نظام میں بندھے ہوئے تھے۔ بہر حال یہاں صرف بچوں نے عیسائیت قبول کی ہے۔ اور یہ وہ مذکورہ بالا بچے تھے جو مشنز کے ہوسٹلز میں رہتے تھے اور ان کے بہت سے مفادات چرچ سے وابستہ تھے۔

مسروقہ نسلیں

1910ء سے لے کر **1970**ء کے دوران قدیم باشندوں کے بہت سے بچوں کو حکومتی ایجنسیوں نے اور چرچ نے جبراً ان کے ماں باپ سے الگ کر کے رکھنے کی پالیسی پر عمل درآمد کیا۔ ان بچوں میں سے اکثر وہ تھے جو مقامی عورتوں پر سفید فام لوگوں کے جنسی حملوں کے نتیجے میں پیدا ہوئے تھے۔ اس پالیسی کی بنیاد اس مفروضہ پر تھی کہ قدیم باشندے اب معدوم ہو رہے ہیں اور یہ لوگ اپنے بچوں کی صحیح پرورش نہیں کر رہے لہٰذا ان کو ریاست اپنی تحویل میں لے کر بہتر انسان بنا سکتی ہے۔ اس پالیسی کا مقصد یہ بھی بیان کیا گیا کہ اصل باشندے اور یورپ کے نو وارد لوگ باہم مل جل جائیں۔ انہیں بہت سے سفید فام لوگوں نے اپنے گھریلو ملازمین کی طرح رکھا جہاں یہ بچے ناقابل بیان مظالم کا شکار ہوئے۔ ان پر تشدد کیا جاتا اور انہیں جنسی استحصال کا نشانہ بنایا جاتا۔ ان بچوں کو "مسروق نسلیں" کہا جاتا ہے اور ان پر پڑنے والے بد اثرات آج تک باقی ہیں۔ اب بھی تیرہ ہزار سے زائد لوگ ایسے ہیں جو مسروقہ نسل یا ان کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور آج بھی بہت سے بچے اپنے گم شدہ رشتہ داروں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اکثر صوبوں میں باہمی رابطہ کروانے کے لیے باقاعدہ دفاتر موجود ہیں جن میں اس کام کے ماہرین ہوتے ہیں۔ 13 فروری 2008ء کو آسٹریلین پارلیمنٹ کے اجلاس میں وزیر اعظم کیون رڈ نے قدیم باشندوں اور خصوصاً ان مسروقہ نسلوں سے ماضی میں ہونے والے ان جرائم پر معافی مانگی۔

قدیم باشندوں کا معاشرتی نظام

خاندان وہ قوت ہے جس نے ان قدیمی معاشروں کو باندھ رکھا ہے۔ یہ خاندانی نظام مختلف جگہوں پر اتنی مختلف صورتوں میں قائم ہے کہ ان سب کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح لفظ رشتہ دار کے بھی متعدد معنی ہیں۔ اکثر جگہوں پر خاندانی نظام کے تابع بعض رشتہ دار اکٹھے رہتے ہیں۔ مثلاً ایک جنس سے تعلق رکھنے والے سب بچے اکٹھے رہتے ہیں۔ یعنی خواتین اپنی بہنوں کے ساتھ رہتی ہیں اور مرد اپنے بھائیوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ خاندانی نظام یہ قوانین بھی دیتا ہے کہ کون کس سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا ہے۔ مثلاً بعض نظاموں میں بہن بھائی، ساس اور داماد کے مابین شادی کو برا سمجھا جاتا ہے۔ ٹورس سٹریٹ آئی لینڈرز میں قبیلہ ان لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے جو ایک مرد جد امجد کی اولاد ہوتے ہیں۔ اور اس قبیلہ کے لوگ اپنے قبیلہ کی عورتوں سے نہیں بلکہ دوسرے قبیلہ کی عورتوں سے شادی کرتے ہیں۔ ہر قبیلہ کا اس کے علاقے کی نسبت سے نام ہوتا ہے۔ قبائل میں باہمی رقابتیں بھی ہوتی ہیں لیکن ان میں سے کم ایسی ہوتی ہیں جن میں واقعی لڑائی وغیرہ ہو۔

قدیم باشندوں میں شادی محض ایک جنسی تعلق کا نام نہیں ہے۔ یہ تعلق افراد، خاندان اور گروہوں کے مابین ذمہ داریوں کی تقسیم اور ان کو نبھانے کا نام ہے۔ آسٹریلیا کے موجودہ قوانین کے مطابق تعدد ازدواج کی اجازت نہیں ہے۔ قانون کے مطابق شادی ایک مرد اور ایک عورت کے باہمی تعلق کا نام ہے۔ اس کی دوسری کوئی شکل نہیں ہے۔ میرج ایکٹ **1961**ء کے مطابق شادی کی کم از کم عمر 18 سال ہے۔

آج بھی آسٹریلیا کی آبادی کی اکثریت ساحلی علاقوں پر آباد ہے۔ قدیم زمانے میں تو آسٹریلیا کا وسطی حصہ صحراؤں یا جھاڑیوں کے جنگل کے سوا کچھ نہ تھا۔ ساحلوں پر رہنے والے لوگ مچھلی پکڑتے تھے۔ اور شکار کے موسم میں جھاڑیوں اور جنگلوں میں جا کر بھی اپنا رزق تلاش کرتے تھے۔ یہ لوگ زیادہ تر بہت متنوع نباتاتی غذا کھاتے ہیں جس میں پھل، خشک میوہ جات، جڑیں، سبزیاں، گھاس، بیج، سب کچھ شامل ہے۔ اسی طرح متعدد اقسام کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے جس میں کینگرو، کچھوے، سانپ، چھپکلیاں، مچھلی، شیل فش

وغیرہ شامل ہیں۔ قدیم باشندوں کا سب سے بڑا قبیلہ ویرادجوری (Wiradjuri) کہلاتا ہے۔ ان کی نصف سے زائد آبادی اب شہروں کے مضافات میں رہتی ہے اور بہت زبوں حالی کا شکار ہے۔ ایک بہت بڑی تعداد مویشیوں کے فارمز پر کام کرتی ہے۔ بہت سے لوگ ابھی تک اپنی زمینوں پر کام کرتے ہیں اور قدیم طریق پر شکار کرتے ہیں۔

وفات کے موقع پر رشتہ دار اور دوست تعزیت کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں۔ تدفین کے علاوہ اس موقع پر اپنے عقائد وغیرہ کا بھی اظہار کیا جاتا ہے۔ تعزیت کے لیے جانے کا یہ سلسلہ دنوں، مہینوں یہاں تک کہ سالوں بھی جاری رہتا ہے۔ ایک عجیب اور منفرد رواج یہ ہے کہ بالعموم کسی مُردے کا نام نہیں لیا جاتا بلکہ اسے مُردہ کہہ کر ہی یاد کر لیا جاتا ہے اور لفظ مُردہ منفی نہیں بلکہ مثبت مفہوم رکھتا ہے۔

موجودہ معاشرتی اور اقتصادی حالات

ہم پڑھ چکے ہیں کہ قدیم باشندے پینسٹھ ہزار سال سے آسٹریلیا میں آباد ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آج ان کی شناخت کا کیا ذریعہ ہے؟ کس بنیاد پر کسی کو قدیم باشندہ قرار دیا جاتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یقینی طور پر اس کا تعین کرنا بہت آسان نہیں ہے۔ عدالتیں یہ جائزہ لیتی ہیں کہ یہ لوگ اور ان کے آباؤاجداد کب سے اس زمین پر آباد ہیں اور ان کے رسوم و رواج کیا ہیں۔ ڈی این اے کے ذریعے بھی یقینی تصدیق ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس سے ایک حد تک ہی مدد ملتی ہے۔ بہرحال موجودہ اعداد و شمار کے مطابق ان کی تعداد سات لاکھ پنتالیس ہزار ہے اور اس تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو ان کی زیادہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہے۔ دوسرے یہ کہ زیادہ لوگ اب خود کو قدیم باشندوں کے طور پر شناخت کروا رہے ہیں۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ قدیم باشندوں کی بھاری اکثریت کا تعلق ملی جلی نسل کے ساتھ ہے۔ خالص قدیم لوگ اب معدوم کے قریب ہیں۔ ان کی تعداد قریباً پانچ ہزار ہے۔ مَردوں کی اوسط عمر قریباً پچپن سال اور عورتوں کی اکسٹھ سال سے زائد ہے جو آسٹریلیا کے دیگر باشندوں کی نسبت قریباً آٹھ سال کم ہے۔ تاہم اب ان کی اوسط عمر سال بہ سال بڑھ رہی ہے۔

قدیم باشندے کریول (creole) بولتے ہیں۔ جو آسٹریلیا میں بولی جانے والی عام انگریزی زبان ہے۔ کریول دراصل بات چیت کا ایک نظام ہے جو پجن (pidgin) بھی کہلاتا ہے۔ زبان کی یہ شکل ان قوموں کے باہمی اختلاط سے پیدا ہوتی ہے جن کے درمیان کوئی مشترک زبان نہیں ہوتی۔ مثلاً شمالی آسٹریلیا میں کریول انگریزی اور قدیم مقامی زبانوں کے ملنے سے پیدا ہوئی ہے۔ کریول کے علاوہ آسٹریلیا کے قدیم باشندے کئی قسم کی ابرجنل انگریزی بولتے ہیں۔ ابرجنل انگریزی میں کئی معروف الفاظ بالکل مختلف معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً deadly کے معنے مثبت بلکہ شاندار کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح گرینی grannies کے معنے نانی کے نہیں بلکہ نواسے نواسیوں اور پوتے پوتیوں کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ابرجنل انگریزی میں آوازیں اور فقرات بنانے کے اصول روایتی مقامی زبانوں سے لیے گئے ہیں۔ آسٹریلیا میں قدیم باشندوں کی اکثریت ابرجنل انگریزی کی مختلف شکلیں اپنی مادری زبان کے طور پر بولتے ہیں۔ تاہم دُور دراز کے علاقوں میں یہ دوسری یا تیسری زبان کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ ذرائع ابلاغ کے اعتبار سے قدیم باشندے جدید تقاضوں کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ ان کے اخبارات سیاسی، ثقافتی، سماجی سرگرمیوں اور کھیلوں وغیرہ کے متعلق آگاہی دینے میں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ قابل ذکر اخبارات میں Koori Mail, the National Indigenous Time, Torres News, وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح ریڈیو پروگرام بھی ابلاغ کا اچھا ذریعہ ہیں۔ National Indigenous Television (NITV) بھی قدیم باشندوں کی ثقافت، زبانوں کو زندہ رکھنے کے ساتھ ساتھ تعلیم اور تفریح فراہم کرنے میں ایک اچھا کردار ادا کر رہا ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ آسٹریلیا کے قدیم باشندے مختلف قبائل اور مختلف قوموں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے رسوم و رواج بھی الگ الگ ہیں۔ اس لیے ماضی میں بھی اور آج بھی ان کا کوئی ایک لیڈر نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ایک قبیلہ کا بھی کوئی لیڈر یا بادشاہ یا چیف نہیں ہوتا۔ البتہ جسمانی، ذہنی صلاحیتوں کی بنیاد پر نیز علم کی سطح کے لحاظ سے بعض بڑی عمر کے لوگوں کو ایک عزت و احترام حاصل ہوتا ہے اور ان کی بات دوسروں سے زیادہ سنی جاتی ہے۔

قدیم باشندوں کی سب سے زیادہ تعداد 265700 نیو ساؤتھ ویلز اور 221400 کوئینز لینڈ میں رہتی ہے۔ ان دونوں صوبوں میں ان کی مجموعی تعداد کل آبادی کا نصف ہے۔ ان کی سب سے کم آبادی 7500 کیپیٹل ٹیریٹری میں ہے۔ مجموعی طور پر ان کی آبادی آسٹریلیا کی کل آبادی کا تین فیصد ہے۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ **2019**ء کی ایک رپورٹ کے مطابق آسٹریلیا کے جیلوں میں کل بالغ قیدیوں کی تعداد کا اٹھائیس فیصد قدیم باشندوں اور ٹورس سٹریٹ آئی لینڈرز پر مشتمل ہے۔ یہ امر بھی قدیم باشندوں کی زبوں حالی کو ظاہر کرتا ہے۔

اب ان میں بہت سے لوگ جدید تعلیم کی اہمیت کو سمجھنے لگے ہیں۔ چنانچہ نوجوان اب بارہ سال کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد یونیورسٹی کی تعلیم یا پیشہ وارانہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ 2011ء میں یونیورسٹی جانے والوں کی تعداد 14.1٪ تھی جبکہ **2016**ء میں یہ تعداد بڑھ کر 16.2٪ ہو گئی ہے۔ **2015**ء میں 1204 ڈاکٹرز تھے اور 310 طلبہ میڈیکل کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

عیسائی مشنریز نے **1940**ء میں آسٹریلیا کے بعض علاقوں میں تعلیم کے لیے مادری زبان کے ساتھ ساتھ انگریزی کا استعمال شروع کیا تھا۔ بعض جگہوں پر صرف ایک زبان میں تعلیم دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تاہم اب بھی اکثر جگہوں پر دونوں زبانوں میں تعلیم دی جاتی ہے۔

قدیم باشندے اب کئی قسم کے کاروبار کرتے ہیں جن میں کان کنی، تعمیر، سیاحت، میڈیا اور ریٹیل وغیرہ شامل ہیں۔ چھوٹے کاروبار بھی ہیں جن

میں کھانا فراہم کرنا، فوٹو گرافی، گھاس کاٹنا، فیشن، آرٹس اور بعض مصنوعات کو تیار کرنا شامل ہیں۔ ان کی ہفتہ وار مجموعی اوسط آمد **2011**ء میں 397/ڈالر تھی جو **2016**ء میں بڑھ کر **441**/ڈالر ہو گئی۔ باوجود اس اضافہ کے ابروجنلز کی آمد آسٹریلیا کے دیگر باشندوں کی نسبت کم ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ان کی آمد عام آسٹریلینز کی آمد کا قریباً پینتیس فیصد ہے۔

قدیم باشندے اور حقوق انسانی

نومبر **1828**ء میں گورنر نے قدیم باشندوں کے خلاف مارشل لا لگا دیا اور فوج کو اختیار دے دیا گیا کہ جو باشندہ بھی ان علاقوں میں پایا جائے جہاں برطانوی پوری طرح قدم جما چکے ہیں اس کو دیکھتے ہی گولی مار دی جائے۔ اس طرح قدیم باشندوں کے تمام انسانی حقوق عملاً معطّل کر دیے گئے۔ یہ استحصال بہت دیر تک جاری رہا بلکہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ 1901ء میں ان کو ووٹ کے حق سے، پوسٹ آفس اور فوج میں نوکری، پنشن اور زچگی کے دوران رخصت کے حق سے محروم کر دیا گیا۔ 1911ء میں برطانوی استعمار نے قدیم باشندوں کی حفاظت کے نام پر ایک ایکٹ بنایا جس کے ذریعے درحقیقت ان کے بہت سے بنیادی انسانی حقوق ضبط کر لیے گئے۔ اس کا مقصد ان لوگوں پر پوری طرح قابو پانا تھا۔ چنانچہ اس قانون کے مطابق ان کی آزادنہ حرکت اور اپنی مرضی سے محنت مزدوری کرنے پر پابندی لگا دی گئی۔ والدین سے بچوں کی ملکیت کا حق چھین لیا گیا۔ اسی طرح ذاتی جائیداد رکھنے کے حق سے انہیں محروم کر دیا گیا۔ خلاصہ یہ کہ حقوق انسانی کی پامالی سے آسٹریلیا میں برطانوی استعمار کی تاریخ داغدار رہی۔

قدیم باشندوں کے حقوق کی خاطر ایک سو سال سے زائد عرصہ سے باقاعدہ اجتماعی اور منظم کوششیں کی جا رہی ہیں۔ 1924ء میں Fred Maynard نے **Australian Aboriginal Progressive** Association (AAPA) کی بنیاد رکھی۔ اس تنظیم نے قدیم باشندوں کے حقوق کے لیے بہت کام کیا۔ جلسے، جلوس اور اجلاسات منعقد کیے گئے۔ اخبارات میں کوریج، خطوط لکھنے کی مہمات وغیرہ چلائی جاتی رہیں۔ سیاہ فام لوگوں کے حقوق کے لیے ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں قائم تنظیم سے مل کر بھی کام کیا گیا۔ ان تمام کوششوں کا ایک ہدف قدیم باشندوں کے لیے ملکیتِ زمین کا حق حاصل کرنا تھا۔ والدین سے ان کے بچے چھین لینے کا سلسلہ ختم کرنا اور قدیم باشندوں کی منفرد ثقافتی شناخت کا دفاع کرنا تھا۔ ان کوششوں سے کئی منفی اور کچھ مثبت نتائج سامنے آئے۔ مثلاً **1927**ء میں مغربی آسٹریلیا کی حکومت نے پرتھ (**Perth**) شہر کے مرکزی حصہ کو قدیم باشندوں کے لیے ایک ممنوعہ علاقہ قرار دے دیا۔ 1931ء میں شمالی علاقے میں ارن ہیم لینڈ (**Arnhem Land**) کو قدیم باشندوں کے لیے مخصوص اور محفوظ علاقہ قرار دے دیا گیا۔

1950ء قدیم باشندوں کی تحریک برائے شہری حقوق کے لیے ایک اہم سال ہے۔ یہ وہ سال ہے جب سے قدیم باشندوں کے حقوق کی تحریک میں آسٹریلیا کے عام لوگ بھی شامل ہو گئے۔ دونوں مل کر ان قوانین کی تنسیخ کے لیے کوشش کرنے لگے جن کی وجہ سے قدیم باشندے اپنے حقوق سے محروم تھے۔

1927ء میں ایک ریفرنڈم ہوا جس کا مقصد وفاقی آئین کی ان شقوں میں ترمیم کرنا تھا جو قدیم باشندوں کے ساتھ امتیازی سلوک سے متعلق تھیں۔ چنانچہ ریفرنڈم میں اکانوے فیصد لوگوں نے تبدیلی کے حق میں ووٹ دیا۔ اس کے نتیجے میں قدیم باشندوں کو بھی اس مردم شماری میں نیز قانون سازی کے عمل میں شامل کر لیا گیا۔ تاہم اس کے یہ معنے نہیں تھے کہ قدیم باشندوں کو قانون سازی کے عمل میں ووٹ کا حق دے دیا گیا۔ بلکہ اس سے مراد یہ تھی کہ حکومت آسٹریلیا کے دیگر لوگوں کی طرح ان قدیم باشندوں کے متعلق بھی قانون بنائے گی۔ اس کا پس منظر یہ تھا کہ **1901**ء کا آئین یہ کہتا تھا کہ برطانوی حکومت ہی قدیم باشندوں کے متعلق قانون بنائے گی۔ ریفرنڈم نے دولت مشترکہ کی حکومت کو قدیم باشندوں کے لیے قانون وضع کرنے سے روک دیا۔ قدیم باشندوں کے حقوق کے لیے کی جانے والی کوششوں کی تاریخ میں اس کو ایک بہت بڑی کامیابی تصور کیا جاتا ہے۔ جہاں تک عام انتخابات میں ووٹ کے حق کا سوال ہے تو **1962**ء میں الیکٹورل ایکٹ میں تبدیلی کر کے پہلی مرتبہ قدیم باشندوں کو ووٹ کا حق دیا گیا۔ تاہم تب بھی ان کے لیے ووٹ دینا لازمی نہیں تھا۔ ووٹرز لسٹ میں قدیم باشندوں کی لازمی رجسٹریشن 1984ء میں شروع ہوئی ہے۔

قانونی طور پر قدیم باشندوں کو اب بنیادی انسانی حقوق حاصل ہیں۔ وہ ایک عام باشندے کی طرح تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ملازمت اختیار کر سکتے ہیں۔ شادی کر سکتے ہیں۔ تاہم ان کے بہت سے مسائل عملاً جوں کے توں موجود ہیں۔ بے روزگاری کی شرح بہت زیادہ ہے۔ بہت بڑی تعداد غربت کا شکار ہے۔ پچھتر فیصد سے زائد قدیم باشندے اب شہروں یا ان کے مضافات میں رہتے ہیں مگر کئی پہلوؤں سے وہ زبوں حالی کا شکار ہیں۔

2008ء میں آسٹریلیا کی حکومت نے یہ وعدہ کیا کہ وہ قدیم باشندوں اور آسٹریلیا کے دیگر افراد کے درمیان اوسط عمر، بچوں کی شرح اموات، تعلیم اور روزگار کے اعتبار سے جو فاصلہ اور فرق ہے اسے ختم کر دے گی۔ تاہم عملاً ایسا نہیں ہوا۔ گزشتہ سال حکومت نے یہ تسلیم کیا کہ ان میں سے اکثر اہداف حاصل نہیں کیے جا سکے۔ اور وزیر اعظم سکاٹ موریسن نے اس امر کو قوم کے لیے ایک قابل شرم حقیقت قرار دیا۔

(بی بی سی نیوز مورخہ 7 جولائی 21ء)

اکتوبر **2023**ء میں آسٹریلیا میں ایک ریفرنڈم کروایا گیا کہ کیا قدیم باشندوں کو مزید سیاسی حقوق دینے کے لیے آئین میں تبدیلی کی جائے۔ بھاری اکثریت نے مخالفت میں ووٹ دیا جس کے بعد یہ تجویز مسترد کر دی گئی۔

اس مضمون کو لکھنے میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے:

الہام، عقل، علم اور سچائی از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

The little red, yellow, black book (Fourth Edition)

Aboriginal Australians by Broome (Fifth Edition)

The Biggest Estate on Earth by Bill Gammage

مجلس انصاراللہ برطانیہ کے زیر اہتمام سالانہ امن چیریٹی واک ۲۰۲۴ء

Beacon of Peace 2024

دو ہزار سے زائد مردوزن کی شمولیت۔ نصف ملین پاؤنڈ کا ٹارگٹ۔ الحمدللہ اب تک دو لاکھ پاؤنڈ سے زائد وصولی ہو چکی ہے

(رپورٹ: محمود احمد ملک میڈیا کوآرڈینیٹر)

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کے لیے خدمت خلق کے میدان میں اپنا نصب العین یوں بیان فرمایا ہے:

مرا مقصود و مطلوب و تمنّا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم، ہمیں بارم، ہمیں رسمم ، ہمیں راہم
غمِ خلقِ خدا صرف از زباں خوردن چہ کارست ایں
گرش صد جاں بہ پاریزم ہنوزش عذر میخواہم

(ترجمہ) میرا مقصود اور میری خواہش خدمت خلق ہے۔ یہی میرا کام ہے۔ یہی میری ذمہ داری ہے، یہی میرا طریقہ ہے۔ صرف زبان سے خلق خدا کے غم کھانے کا کیا فائدہ۔ اگر اس کے لیے سو جانیں بھی فدا کروں تو تب بھی حق ادا نہیں ہو سکے گا۔ (براہین احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۷۳۔۷۴)

اس وقت دنیا کے کئی غریب خطّے اس امر کے متقاضی ہیں کہ وہاں کی مجبور انسانیت کو خوراک کے علاوہ صحت اور تعلیم کی بنیادی سہولیات فراہم کرنے کے لیے خوشحال ممالک میں رہنے والے ہر ممکن کوشش کرتے چلے جائیں تاکہ بنی نوع انسان کی بہبود کے ساتھ ساتھ دنیا میں امن کے قیام اور رواداری کے فروغ میں مدد مل سکے۔ چنانچہ مجلس انصاراللہ برطانیہ کے تحت ایسے کئی منصوبے اس وقت تیسری دنیا کے غریب ممالک میں کامیابی سے جاری ہیں جن کا مقصد اپنی مذہبی اور اخلاقی ذمہ داری کو ادا کرنا ہے۔ ان میں مسرور ہیلتھ کیئر فاؤنڈیشن بُرکینا فاسو کے زیر انتظام جنرل ہسپتال اور آئی انسٹیٹیوٹ جیسے عظیم الشان منصوبے بھی شامل ہیں۔ اسی طرح آنکھوں کے مفت آپریشن، صاف پانی مہیا کرنے کے لیے نئے نلکے لگانے اور پرانے واٹر پمپس کو قابل استعمال رکھنے کے منصوبوں پر بھی کامیابی سے کام جاری ہے۔ نیز دارالیتامیٰ کا قیام اور بہت سے مقامی خیراتی اداروں کی مستقل مالی اعانت بھی مجلس انصاراللہ برطانیہ کے خدمت خلق کے پروگرام کا حصہ ہے۔

اپنے رفاہی منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور بعد ازاں انہیں مستقل طور پر جاری رکھنے کے لیے مختلف رفاہی اداروں کو بھی دعوت دی جاتی ہے کہ وہ بھی مجلس انصاراللہ برطانیہ کے تحت سال بھر میں منعقد کیے جانے والے پروگراموں میں اپنے لیے بھی فنڈز اکٹھے کر سکیں۔ ان پروگراموں میں مخیّر حضرات کے علاوہ عوام سے بھی مالی مدد کی اپیل کی جاتی ہے۔ ایسے ہی پروگراموں میں سے ایک مجلس انصاراللہ برطانیہ کی سالانہ چیریٹی واک بھی ہے جو Beacon of Peace کے نام سے ریجنل اور نیشنل سطح پر منعقد ہوتی ہے۔ امسال قومی سطح پر یہ چیریٹی واک ۳۰؍جون ۲۰۲۴ء بروز اتوار اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں نہایت کامیابی سے منعقد ہوئی جس میں سینکڑوں احمدی مردوزن کے علاوہ کثیر تعداد میں مہمانوں نے بھی شمولیت اختیار کی جن کا تعلق ہر شعبہ ہائے زندگی سے تھا۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک

امسال واک کے لیے دو روٹس متعیّن کیے گئے تھے جن میں سے عام رُوٹ قریباً ساڑھے چھ کلومیٹر کا تھا جبکہ خواتین اور بچوں کے لیے چھوٹا رُوٹ بھی مقرر تھا۔ تمام روٹس پر فروٹس، ڈرنکس اور ایمرجنسی صورتحال کے لیے فرسٹ ایڈ دینے کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ انصار اور دیگر احمدیوں کی کاروں کے لیے پارکنگ کا انتظام اسلام آباد میں کیا گیا تھا جہاں سات صد کاریں پارک کروائی گئیں۔ مہمانوں کے لیے اسلام آباد سے ملحقہ Waverley Abbey پرائمری سکول کے کارپارک میں انتظام کیا گیا تھا کیونکہ واک کا آغاز بھی اسی سکول کی گراؤنڈ سے ہونا تھا۔ تاہم دوپہر کے کھانے کا انتظام اسلام آباد کے سبزہ زار میں کیا گیا تھا۔ مہمانوں کو بریانی، دہی کی چٹنی اور بعد میں کھیر اور چائے پیش کی گئی۔ مہمانوں کی پسند کو دیکھتے ہوئے (خصوصاً Vegetarian مہمانوں کے لیے) سادہ چاول اور دال بھی پیش کی گئی تھی۔ کھانے کے بعد مہمانوں کو اسلام آباد کی مسجد اور دیگر قابل ذکر مقامات کا گائیڈڈ ٹور (Guided Tour) بھی کروایا گیا۔ نماز ظہر سے کچھ ہی دیر قبل یہ پروگرام بخیروخوبی اختتام پذیر ہوا تاہم بہت سے مہمان نماز کی باجماعت ادائیگی کا مشاہدہ کرنے کے لیے وہاں ٹھہرے رہے اور نماز کے بعد روانہ ہوئے۔ احمدی مردوزن نے اپنے آقا سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اقتدا میں نماز ظہر ادا کی۔

چیریٹی واک کا آغاز اور اختتام اسلام آباد سے ملحقہ Waverley Abbey سکول کی گراؤنڈ سے ہوا۔ واک کے دیگر انتظامات بھی سکول کی گراؤنڈ میں ہی کیے گئے تھے۔ سب سے پہلے رجسٹریشن کا کیمپ تھا جس میں کئی رضاکار مصروف عمل تھے جبکہ بہت سے افراد آن لائن رجسٹریشن بھی کروا چکے تھے۔ چنانچہ کسی کو بھی انتظار کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔ اس سے

آگے شعبہ مال کے رضاکار بیٹھے تھے جن کے کمپیوٹرائزڈ سسٹم کے ذریعے عطیات جمع کروائے جاسکتے تھے۔ شرکاء کو رجسٹریشن کے بعد اُن کا مخصوص نمبر اور ایک حفاظتی جیکٹ دی گئی۔

سکول کے میدان کے کناروں پر گولائی میں مختلف مارکیاں نصب تھیں جبکہ درمیان میں وسیع جگہ واک کے شرکاء کے لیے موجود تھی جس میں چند کرسیاں بھی رکھی گئی تھیں۔ اس موقع پر لگائے جانے والے سٹالز میں پہلا خاص طور پر بہت معلوماتی تھا جس میں انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف آرکیٹیکٹس اینڈ انجینئرز کی طرف سے پیش کی جانے والی نمائش میں دنیا بھر میں اُن کی طرف سے کی جانے والی خدمات کو چارٹس اور تصاویر کی شکل میں پیش کیا گیا تھا۔ اسی نمائش میں گزشتہ سالوں میں مجلس انصاراللہ برطانیہ کی چیرٹی واک کی تاریخ بھی سلسلہ وار پیش کی گئی تھی۔ ہیومینٹی فرسٹ نے اپنے سٹال پر بہت سی مصنوعات برائے فروخت پیش کی تھیں۔ تمام شرکاء کے لیے ناشتے کا بھی وسیع پیمانے پر اہتمام کیا گیا تھا جس میں پھل، چائے اور دیگر ڈرنکس کے علاوہ بیکری کی مختلف مصنوعات اور اُبلے ہوئے انڈے بھی رکھے گئے تھے۔ ایک سٹال بھی موجود تھا جہاں سے آئسکریم اور ملک شیک وغیرہ قیمتاً حاصل کیے جاسکتے تھے۔ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی ہیومینٹی فرسٹ کے لیے مخصوص تھی۔ بچوں کی دلچسپی کے لیے ایک اعلیٰ فن فیئر کا انتظام کیا گیا تھا اور مختلف کھیلوں کے سٹال بھی لگائے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی خواتین کے لیے ایک بڑی مارکی نصب کی گئی تھی۔ نیز عارضی طور پر ٹوائلٹس بھی ایک طرف رکھوائے گئے تھے۔ گراؤنڈ کے ایک طرف عارضی سٹیج تیار کیا گیا تھا جس کے ساتھ ساؤنڈ سسٹم کی مارکی نصب تھی اور اس سے متّصل پندرہ فٹ اونچی بہت بڑے سائز کی ایک سکرین نصب کی گئی تھی جس پر دی جانے والی تصاویر اور معلومات گراؤنڈ میں ہر جگہ سے بآسانی پڑھی جاسکتی تھیں۔ اس سے آگے وہ گیٹ نصب تھا جہاں سے واک کا باقاعدہ آغاز اور پھر اختتام بھی ہونا تھا۔

ساڑھے دس بجے کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ مکرم حافظ مشہود احمد صاحب نے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۸ کی تلاوت کی جس کا انگریزی ترجمہ مکرم جمیل موانجے صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد سٹیج سیکرٹری مکرم خلیل علی یوسف صاحب نے ضروری ہدایات پڑھ کر سنائیں اور حاضرین سے واک کے دوران انہیں ملحوظ رکھنے کی درخواست کی۔ پھر مکرم لطف الرحمٰن صاحب چیئرمین Beacon of Peace نے مہمانانِ گرامی کو خوش آمدید کہتے ہوئے مختصراً بتایا کہ مجلس انصاراللہ برطانیہ کی کئی سال سے جاری ”چیرٹی واک فار پیس“ کا نام تبدیل کرکے ”بیکن آف پیس“ رکھا گیا ہے جو اس چیرٹی کے بین الاقوامی دائرہ کار اور مختلف النوع قسم کے پروگراموں سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ تاہم ہمارا نصب العین اب بھی وہی ہے کہ بلاتفریق نسل، قومیت و مذہب ہمیشہ انسانیت کی خدمت جاری رکھی جائے۔ بنی نوع انسان کے دکھوں کا مداوا کرنے کی کوشش کی جائے اور دنیا کے مختلف طبقات میں امن کو فروغ دیا جائے۔ اسی حوالے سے ۱۹۸۵ء میں اس چیرٹی واک کا اجرا کیا گیا تھا جو گزشتہ چالیس سال سے برطانیہ کے مختلف مقامات پر منعقد ہو رہی ہے اور ہزاروں افراد اِس میں شامل ہوتے آرہے ہیں۔ اب تک ایک کروڑ پاؤنڈ سے زیادہ کی امداد برطانیہ کے چھ سو سے زیادہ خیراتی اداروں اور مختلف عالمی رفاہی اداروں کو دی جاچکی ہے۔ اس واک کی منفرد خصوصیت یہ بھی ہے اس کے تمام منتظمین رضاکارانہ خدمات سرانجام دیتے ہیں اور واک کے انعقاد کے لیے بھی کوئی انتظامی اخراجات نہیں لیے جاتے بلکہ جمع کی جانے والی تمام رقم امدادی کاموں کے لیے صرف ہوتی ہے۔ انتظامی اخراجات کا بوجھ مجلس انصاراللہ برطانیہ اٹھاتی ہے۔ اس واک کے انعقاد کے لیے تعاون کرنے والے ہر رضاکار کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم اپنے ربّ کے بھی انتہائی شکرگزار ہیں جس نے اس پروگرام کے انعقاد کو کامیابی سے ہمکنار کیا اور آج کا موسم بھی خوشگوار بنایا۔ الحمدللہ

بعدازاں درج ذیل دو معزز مہمانوں نے حاضرین سے مختصر خطاب کیا:

1.Mrs. Ellie Vesey-Thompson (Police & Crime **Commissioner Surrey)**

2. Mr. Shahid Azeem (High Sheriff of Surrey and **Deputy Lieutenant)**

دونوں مہمانوں نے اس پروگرام میں مدعو کرنے پر شکریہ ادا کرتے ہوئے مجلس انصاراللہ برطانیہ کی رفاہی خدمات اور جذبۂ خدمت خلق کو سراہا اور کہا کہ رضاکارانہ کام کا کوئی معاوضہ نہیں دیا جاسکتا، یہ کام ہر معاوضے سے بالا ہوتے ہیں۔ معزز مہمانوں نے رفاہی کاموں کے لیے اپنے تعاون کا یقین دلاتے ہوئے اس توقع کا اظہار کیا کہ وقت کے ساتھ ساتھ ان خدمات کا دائرہ وسیع تر ہوتا جائے گا اور اس راستے میں آنے والی مشکلات کامیابیوں کی منازل میں تبدیل ہوتی چلی جائیں گی۔

اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے اختتامی کلمات کہے جن میں مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور چیرٹی واک کی مختصر تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کیا کہ چالیس سال قبل ۱۹۸۵ء میں ہونے والی پہلی چیرٹی واک چھبیس میل کی رکھی گئی تھی اور اس کے لیے تین مختلف روٹس متعیّن کیے گئے تھے۔ لیکن اس واک کا انعقاد آرگنائزیشن کے لیے بہت بڑا چیلنج تھا۔ اس پہلی واک کے نتیجے میں صرف ڈیڑھ ہزار پاؤنڈز کی امدادی رقم اکٹھی ہو پائی تھی لیکن تب امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا تھا کہ ابھی یہ معمولی رقم اکٹھی ہوئی ہے لیکن ایک وقت آئے گا کہ امدادی کاموں کے لیے کئی ملین پاؤنڈز جمع ہوا کریں گے۔ پس ہم خدا تعالیٰ کے شکرگزار ہیں کہ جس کی عطا کردہ توفیق سے اب کئی ملین پاؤنڈز جمع ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں ہماری کمیونٹی اس قابل ہے کہ برطانیہ اور تیسری دنیا کے غریب ممالک کے سینکڑوں خیراتی اداروں کو اُن کے امدادی کاموں میں معاونت کے لیے مالی مدد فراہم کرسکے۔ چنانچہ آغاز سے اب تک دنیا بھر میں پھیلے ہوئے انسانی بہبود کے اَن گنت منصوبوں کے علاوہ چھ صد سے زائد رجسٹرڈ چیرٹیز کے ذریعے خدمت خلق کے کام سرانجام دے کر عالمی سطح پر بڑھتی ہوئی بدامنی اور انتشار کے حالات کو کسی حد تک بنی نوع انسان کے لیے امن

وسلامتی اور رواداری کے حالات میں بدلنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے دعا کروائی اور پھر واک کا با قاعدہ آغاز ہوا۔ پہلے مردوں نے اور بعد ازاں کچھ وقفے کے بعد عورتوں اور بچوں کے گروپس نے واک میں حصہ لیا۔ واک میں شامل ہونے والے تمام افراد کو اُن کے واپس پہنچنے پر یادگاری میڈل دیے گئے۔ اس واک میں مجموعی طور پر دو ہزار سے زائد افراد نے حصہ لیا جن میں ۹۳۶/ انصار، ۲۱۰/ خدام، چار صد سے زیادہ خواتین، ایک سو سے زیادہ معزز مہمان اور کثیر تعداد میں بچے بچیاں شامل تھے۔ امسال اس واک کے نتیجے میں چوبیس چیریٹیز کے لیے اب تک دو لاکھ پاؤنڈ سے زائد رقم اکٹھی کی گئی اور امید ہے کہ مزید مساعی کے نتیجے میں یہ رقم نصف ملین پاؤنڈ سے تجاوز کر جائے گی۔ دنیا میں بسنے والے مخیر حضرات سے درخواست ہے کہ وہ بھی اس کارِ خیر میں حصہ لیں اور درج ذیل لنک کے ذریعے انسانی ہمدردی کے کسی بھی منصوبے میں شامل ہو کر عنداللہ ماجور ہوں:

https://beaconofpeace.org/national-charity-walk-2024

محترم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ نے واک کے بعد اس پروگرام کے کامیاب انعقاد کے حوالے سے بات کرتے ہوئے بتایا کہ ۱۹۸۵ء میں پہلی چیریٹی واک اسلام آباد میں منعقد ہوئی تھی جس کے بعد چند سال تک یہ واک اسلام آباد کے قرب وجوار میں اور پھر برطانیہ کے مختلف علاقوں میں منعقد ہوتی رہی جس کے نتیجے میں اُن علاقوں کے باسیوں کو احمدیہ کمیونٹی کا تعارف ہوا اور جماعت احمدیہ کے خدمت خلق کے کاموں سے بھی آگاہی ہونے لگی۔ ۲۰۱۸ء میں مرکز کے اسلام آباد میں منتقل ہو جانے کے بعد کووڈ کی وجہ سے یہاں کوئی ایسا بڑا پروگرام منعقد نہیں کیا جا سکا تھا جس میں مہمانوں کو مدعو کیا جا سکتا چنانچہ امسال سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے چیریٹی واک کا اہتمام اسلام آباد مرکز میں کیا گیا اور مقامی آبادی کو جماعت احمدیہ سے متعارف کروانے اور عالمی سطح پر جماعت احمدیہ کے تحت کیے جانے والے رفاہی کاموں سے آگاہ کرنے کے لیے اس پروگرام کی افادیت کو کئی پہلوؤں سے محسوس کیا جا رہا ہے۔ مثلاً اس چیریٹی واک کی کامیابی کا اندازہ ان مہمانوں کے اظہار خیال سے کیا جا سکتا ہے جو اس موقع پر تشریف لائے تھے۔ چنانچہ جناب **Greg Statford** جو بعد ازاں ۴/ جولائی کے قومی انتخابات میں ممبر آف پارلیمنٹ بھی منتخب ہو چکے ہیں، انہوں نے بتایا کہ وہ کسی خاص دعوت کے بغیر ایک عام آدمی کی حیثیت سے یہاں آئے تھے لیکن کچھ دیر بعد ہی انہیں پہچان لیا گیا اور بہت محبت سے خوش آمدید کہا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ اُن کو یہاں آئے بغیر کبھی یہ اندازہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ اُن کے علاقے میں موجود ایک چھوٹی سی کمیونٹی کتنی منظّم ہے اور عالمی سطح پر رفاہ عامہ کے کاموں میں کتنی مستعد ہے۔ ہیومینٹی فرسٹ اور جماعت احمدیہ کے دیگر رفاہی اداروں کی کاوشوں سے مَیں بے حد متاثر ہوا ہوں۔

محترم صدر صاحب نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ اس واک کے لیے قائم کیے جانے والے ادارے کا گزشتہ رجسٹرڈ نام تو چیریٹی واک فار پیس (**Charity walk for Peace**) تھا لیکن اب چونکہ مجلس انصاراللہ برطانیہ کے زیرِ انتظام واک کے علاوہ سائیکلنگ، ہائیکنگ اور رائیڈنگ سمیت بہت سے چیریٹی پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں اس لیے قانونی طور پر اس امر کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جس کے تحت تمام ایسے کام سرانجام دیے جا سکیں اور ان میں سے ایک چیریٹی واک بھی ہو۔ چنانچہ حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے **Beacon of Peace** کا قیام عمل میں آیا ہے۔ تاہم یہ ہمارے اُن کاموں کا ہی تسلسل ہے جو گزشتہ چالیس سال سے جاری ہیں۔ (**Beacon** کے معانی ایسے چراغ یا مشعل کے ہیں جو راہنمائی کے لیے نہایت بلندی پر روشن کی جائے۔)

محترم صدر صاحب نے مزید بتایا کہ حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ نے چیریٹی واک کے بعد مجھ سے بھی اور ملاقات کے لیے حاضر ہونے والے بعض دیگر احباب سے بھی چیریٹی واک کی کامیابی کے حوالے سے استفسار فرمایا تھا اور لوگوں کے تاثرات جان کر اظہارِ خوشنودی بھی فرمایا۔ الحمدللہ

چیریٹی واک میں انفرادی طور پر شامل ہونے والوں کے علاوہ مختلف چیریٹیز کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔ ان میں سے ایک معروف چیریٹی کی نمائندہ **Racheal Dzumbira** نے پروگرام کے انعقاد کے بعد اپنے پیغام میں تحریر کیا: آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے ایسی واک آرگنائز کی کہ جس میں سب چیریٹیز حصہ لے سکتی ہیں۔ مَیں آپ سب کے جذبے، محنت اور لگن سے بے حد متاثر ہوئی ہوں۔ بہت زبردست اور دوستانہ ماحول تھا۔ لوگوں کی سہولت اور حفاظت کو ہر جگہ احسن طریق پر مدِنظر رکھا گیا تھا۔ واک سے پہلے اور بعد میں مہمانوں کی تواضع اور خوراک کی فراہمی کا وافر انتظام تھا اور دورانِ واک بھی ریفریشمنٹ مہیا تھی۔ یہ تمام انتظامات کسی بھی چیریٹی کے لیے بہت ہی حوصلہ افزا ہیں۔

اسی طرح **Homestarthants Charity** کے منتظمین نے تحریر کیا: ہمیں بیکن آف پیس کی ٹلفورڈ چیریٹی واک میں حصہ لینے کی بہت خوشی ہوئی۔ یہ ایک نہایت خوش آئند اور عمدہ طریق سے منظم کیا جانے والا پروگرام تھا اور ہمیں اس واک اور کمیونٹی کا حصہ بننے پر بہت خوشی ہے۔ اس واک میں شمولیت کی دعوت دینے کا بے حد شکریہ۔

اللہ تعالیٰ اس چیریٹی واک کے شاملین اور اس پروگرام کی کامیابی میں کسی بھی طرح سے خدمت کی توفیق پانے والوں نیز رفاہی کاموں کے لیے مالی مدد کرنے والوں کو جزائے خیر سے نوازے اور بنی نوع انسان کی ہمدردی میں کی جانے والی ہماری کاوشوں کے مثبت نتائج پیدا فرمائے۔ آمین

اردو زبان میں ایک خوبصورت ویب سائٹ

khadimemasroor.uk

(قسط سوم)

نومبائعین کی تربیت کے لیے قیمتی نصائح

(میر انجم پرویز، قائد تربیت نومبائعین مجلس انصاراللہ یوکے)

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نومبائعین مرکز میں آئیں

تمام بیعت کنندوں کے واسطے ضروری ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے کچھ نہ کچھ فرصت نکال کر ملاقات کے واسطے سب قادیان آویں کیونکہ اس سے روحانی ترقی ہوتی ہے اور ایمان میں تقویت پیدا ہوتی ہے۔

(البدر جلد نمبر ۲۳ مؤرخہ ۱۱ جون ۱۹۰۸ صفحہ ۹)

نومبائعین مرکز میں آکر امام کی صحبت سے فائدہ اٹھائیں

مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو سلسلۂ بیعت میں داخل ہیں مگر یہاں نہیں آتے اور اگر آتے ہیں تو اس قدر جلدی کرتے ہیں کہ ایک دن رہنا بھی ان کے لیے ہزاروں موتوں کا سامنا ہو جاتا ہے۔ ان کے جتنے کام بگڑتے ہیں وہ یہاں ہی رہ کر بگڑتے ہیں۔ جتنے مریض ہوتے ہیں وہ یہاں ہی رہ کر ہوتے ہیں۔ ہزاروں ہزار عذر کرتے ہیں۔ یہ بات مجھے بہت ہی ناپسند ہے۔ مجھے ایسے عذر سن کر ڈر لگتا ہے کہ ایسے لوگ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ (الاحزاب:14) کے الزام کے نیچے نہ آجائیں۔ پس جب یہاں آؤ تو امام کی صحبت میں رہ کر ایک اچھے وقت تک فائدہ اٹھاؤ۔ کسل اور بُعد اچھا نہیں ہے۔ خدا کرے ہمارے احباب میں وہ مزہ دار طبیعت پیدا ہو جو وہ اس ذوق اور لطف کو محسوس کر سکیں جو ہم کر رہے ہیں۔ (خطاباتِ نور ص 106)

بیعت سے کمزوریاں دور ہوتی اور خوبیاں پیدا ہوتی ہیں

نماز میں ایک خاص قسم کا فیضان اور انوار نازل ہوتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ان میں ہوتا ہے اور ہر ایک شخص اپنے ظرف اور استعداد کے موافق ان سے حصہ لیتا ہے۔ پھر امام کے ساتھ تعلق بڑھتا ہے اور بیعت کے ذریعہ دوسرے بھائیوں کے ساتھ تعلقات کا سلسلہ وسیع ہوتا ہے۔ ہزاروں کمزوریاں دور ہوتی ہیں جن کو غیر معمولی طور پر دور ہوتے ہوئے محسوس کر لیتا ہے اور پھر کمزوریوں کی بجائے خوبیاں آتی ہیں جو آہستہ آہستہ نشو و نما پا کر اخلاق فاضلہ کا ایک خوبصورت باغ بن جاتے ہیں۔ (حقائق الفرقان جلد 1 ص 61)

بیعت کی حقیقت

بیعت کے معنے اپنے آپ کو بیچ دینے کے ہیں اور جب انسان کسی کو دوسرے کے ہاتھ پر بیچ دیتا ہے تو اس کا اپنا کچھ نہیں رہتا۔ صحابہ کرام نے اپنے نفسوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیچ کر آپ کی اطاعت کو کہاں تک مدّ نظر رکھا ہوا تھا۔ (خطباتِ نور ص 171)

بیعت کے معنی بِک جانے کے ہیں

بیعت کے معنی بِک جانے کے ہیں۔ جو شخص بیعت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو بیچ دیتا ہے۔ یاد رکھو کہ اپنے آپ کو بیچ دینا معمولی کام نہیں بلکہ بہت بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ جو شخص بیعت لیتا ہے اس کی ذمہ داری کو تو تم سمجھ ہی نہیں سکتے۔ (خطاباتِ نور ص ۳۵۲)

نومبائعین کو چار باتوں کی نصیحت

میں ان لوگوں کو جنہوں نے ابھی بیعت کی ہے نصیحت کرتا ہوں کہ

۱۔ وہ بہت استغفار کیا کریں۔ استغفار انسان کو بہت سی بدیوں سے محفوظ رکھتا ہے اور پھر بدیوں کے برے نتائج سے بچاتا ہے اور استغفار کی جڑ یہی ہے۔

۲۔ پھر الحمد شریف بہت پڑھو۔ الحمد شریف ایک بے نظیر دعا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے پڑھنے سے پیدا ہوتی ہے مگر اس کے مطالب کو خوب سوچ کر پڑھو اور خوب توجہ سے پڑھو۔

۳۔ پھر درود شریف بہت پڑھو۔ درود شریف کے پڑھنے میں اس بات کو یاد رکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی مدارج ہو۔ درود شریف کے پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بڑھتی جاتی ہے۔ آپؐ کے اتباع کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ ملائکہ سے تعلق بڑھ جاتا ہے۔ درود شریف کا کثرت سے پڑھنا بڑا ہی مفید امر ہے۔

۴۔ پھر لاحول بہت پڑھا کرو۔ اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکیوں کے لیے توفیق اور بدیوں سے بچنے کی توفیق ملتی ہے اور ہر قسم کی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ یہ میرا اور تمام راستبازوں کا مجرب نسخہ ہے۔

(خطابات نور، ص ۳۵۴)

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نومبائعین کے ساتھ باہم محبت کا تعلق قائم کریں

جو جماعت خدا تعالیٰ پیدا کرے اس کا تعلق مرکز سے اس طرح قائم کریں جس طرح عضو کا تعلق جسم سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوا تو ہماری ترقی ہی موجبِ تنزل ہو گی اور وہی مصرع صادق آئے گا۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اگر کوئی قوم ترقی کرے مگر اس میں اتحاد نہ ہو، مختلف ممالک کے لوگوں کے درمیان ایسا رشتۂ وداد نہ ہو جو سب کو ایک وجود کی طرح نہ بنائے، ان کے شعور اور افکار کو ایک سے نہ کر دے تو اس کا بڑھنا تنزل کا باعث ہوتا ہے۔ اور ایک ایک آدمی جو اس میں داخل ہوتا ہے اس کی خرابی کا باعث بنتا ہے۔ ۔۔۔ پس مبلغین کا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ احمدیت میں داخل ہونے والوں کا آپس میں ایسا رشتہ اور محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں جس کی وجہ سے ساری جماعت اس طرح متحد ہو کہ کوئی چیز اسے جدا نہ کر سکے۔

(زریں ہدایات جلد اول صفحہ 245-246)

نومبائعین کا مرکز اور خلافت سے تعلق مضبوط ہو

روحانیت میں نظام بہت بڑا تعلق رکھتا ہے۔ پس کوشش کرنی چاہیے کہ

لوگوں (نومبائعین) کا مرکز اور خلافت سے تعلق مضبوط ہو۔ ان کو یاد دلاتے رہنا چاہیے کہ مرکز میں خط لکھیں۔ سلسلہ کی طرف سے جو تحریکیں ہوں وہ سنائی جائیں۔ خطبات پڑھائے جائیں۔ مذہبی طور پر خلافت کے نظام کی اہمیت بتائی جائے اور بتایا جائے کہ خلافت مذہبی نظام کا جزء ہے۔ ان تمام کاموں کے لیے سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ دعاؤں سے کام لیا جائے۔ (زریں ہدایات جلد اول، صفحہ 332)

نومبائعین کی تربیت کا بہترین وقت

جس طرح انسانی زندگی کا بہترین حصولِ علم کا وقت بچپن ہے اسی طرح ایک نومسلم کی زندگی میں تغیر پیدا کرنے کا بہترین وقت اس کے اسلام لانے کے قریب کا زمانہ ہے۔ جس طرح بڑے ہو کر بچہ کے سیکھنے کا وقت نکل جاتا ہے اسی طرح کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد نومسلم کے اندر تغیر پیدا کرنے کی قابلیت کمزور ہو جاتی ہے۔ اس کا تازہ جوش سرد پڑ جاتا ہے اور ٹھنڈے لوہے کو کوٹنے سے کچھ نہیں بنتا۔ پس ایک جلسہ خاص نومسلموں کے لیے کر کے اس میں اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کی طرف توجہ دلانی چاہیے اور ایک جلسہ عام تبلیغ کا ہونا چاہیے جس میں عام وعظ ہو۔ (زریں ہدایات جلد اول، صفحہ 116)

نومبائعین کی اخلاقی اصلاح کے لیے ایک نکتہ

ایک محاورہ کثرت سے استعمال کریں اور نامعلوم طور پر نومسلموں میں اس کے استعمال کو رائج کریں۔ اس سے عظیم الشان فوائد حاصل ہوں گے اور دنیا ایک عجیب پلٹا کھائے گی۔ اور وہ ”اسلامی اخلاق“ کا محاورہ ہے۔ جب کسی بدی کا ذکر کریں تو کہیں یہ ”غیر اسلامی خلق“ ہے اور جب نیکی کا ذکر کریں تو کہیں یہ اسلامی شعار اور خلق ہے۔ اور مثلاً کسی قوم کی تباہی کا ذکر کریں تو کہیں کہ اگر وہ اسلامی اخلاق کی پابندی کرتی تو کیوں تباہ ہوتی۔ اس نکتہ کو یاد رکھیں فوائد عظیمہ حاصل ہوں گے ان شاء اللہ۔ جو لوگ اس نصیحت پر عمل کریں گے اگلی نسلیں ان کے احسان کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گی اور ان کے لیے دعا کریں گی۔ ان شاء اللہ۔ (زریں ہدایات جلد اول، صفحہ 118-119)

نومسلموں میں سے قومی منافرت دور کرنے کی کوشش کریں

ہمارے لیے سب قومیں برابر ہیں۔ پس حبشیوں اور سفید رنگ والوں کو یکساں سمجھیں، مگر لوگوں کے احساسات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ جس طرح جسم کو تکلیف دینی منع ہے دل کو تکلیف دینی بھی منع ہے۔ پس جب تک اسلام یا ایمان یا اخلاق یا جماعت کے فوائد کو نقصان نہ پہنچتا ہو لوگوں کے احساسات کا خیال رکھیں مگر چاہیے کہ نومسلموں میں سے قومی منافرت کے دور کرنے کی کوشش کریں۔ (زریں ہدایات جلد اول، صفحہ 119)

نومبائعین کا فرض

ساری تباہی اور بربادی اسی لیے ہوتی ہے کہ نومسلم یا نو احمدی جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں میں سلسلہ کی وہ عظمت نہیں ہوتی جو پہلوں کے دلوں میں ہوتی ہے۔ اس لیے جماعت کا قدم تنزل کی طرف اُٹھنا شروع ہو جاتا ہے۔ .... بے شک پہلوں کا بھی فرض ہے کہ وہ نئے لوگوں کو سکھائیں مگر نئے شامل ہونے والوں کا یہ ذاتی طور پر بھی فرض ہے کہ وہ کمی کو پورا کریں اور پہلے لوگوں کی اچھی باتوں کی تقلید کریں۔ (خطاباتِ شوریٰ جلد دوم، صفحہ 517)

بیعت کرنے والے کا فرض

جو شخص فوج میں بھرتی ہو گا اس کا فرض ہو گا کہ لڑائی کے لیے جہاں اسے جانا پڑے جائے۔ اسی طرح مسیح موعود کے سلسلہ میں داخل ہونے والے کا بھی فرض ہے کہ جس طرح صحابہ کرام نے دین کے لیے اپنا مال، اپنا وقت، اپنا وطن، اپنے رشتہ دار حتیٰ کہ اپنی جان بھی قربان کر دی تھی وہ بھی اس کے لیے تیار رہے اور ایسا نمونہ بن کر دکھلائے کہ دنیا دیکھے اور معلوم کرے کہ اس میں کوئی ایسی چیز ہے جو ہم میں نہیں ہے۔ پھر ایسے سلسلہ میں داخل ہونے والوں پر ابتلا بھی آتے ہیں، مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، تکالیف بھی پہنچتی ہیں، ان کو برداشت کرنا چاہیے۔

(بیعت کرنے والوں کے لیے ہدایات، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 73)

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

نومبائعین کے ساتھ نرمی اور ملائمت کا سلوک کریں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں ان لوگوں کا بڑا خیال تھا جو اُس وقت کچھ عرصہ پہلے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ .... قرآن شریف میں آیا: تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی۔ کمزور بھائیوں کا بار اٹھاؤ۔ عملی، ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہو جاؤ، بدنی کمزوریوں کا بھی علاج کرو۔ کوئی جماعت جماعت نہیں ہو سکتی جب تک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے۔ اس کی یہی صورت ہے کہ ابتدا میں ان کی پردہ پوشی کی جائے۔ صحابہ کو یہی تعلیم ہوئی کہ نئے مسلمانوں کی کمزوریاں دیکھ کر چڑو نہیں کیونکہ جب تم اسلام میں داخل ہوئے تھے تم بھی ایسے ہی کمزور تھے۔ اسی طرح یہ ضروری ہے کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے اور محبت اور ملائمت کے ساتھ برتاؤ کرے۔ کس قدر شفقت ہے نئے آنے والوں کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں اور یہ اس لیے کہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جُوا اپنی گردن پر رکھتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی عزت اور احترام کی مہر لگ جاتی ہے اور خدا دنیا کو یہ کہتا ہے کہ یہ میرا اکرم اور محبوب بندہ ہے۔ دنیا اس میں کمزوریاں دیکھتی ہے اور وہ علام الغیوب اس مقام کو دیکھ رہا ہے کہ جہاں وہ ایک وقت میں اپنے خون اور جان کو فدا کر کے پہنچنے والا ہے اور جو شخص اس طرح پر اپنی قربانیوں اور مقبول مجاہدات کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی نگاہ میں عزت پانے والا ہے آج میرا اور تمہارا یہ حق نہیں ہے کہ اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھیں۔ پس نئے آنے والوں سے محبت اور ملائمت اور پیار کا سلوک کرو۔ جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ اس حکم کو اچھی طرح نہیں سمجھتا جو شعائر اللہ کی عظمت اور احترام کے لیے دیا گیا ہے۔

(خطبہ جمعہ 26 دسمبر 1969ء۔ خطباتِ ناصر جلد دوم، صفحہ 1027)

نومبائعین کو بجٹ میں ضرور شامل کریں

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں ایک فعال اور زندہ جماعت پیدا ہو چکی ہے اس لیے جو لوگ نئے نئے آکر اس میں شامل ہوتے ہیں ان پر پرانے مخلصین کو بعض دفعہ غصہ آتا ہے کہ یہ لوگ چندہ کم کیوں دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ان کی اپنی حالت یا ان کے باپ اور دادا کی حالت یہ تھی کہ چونی خرچ کر کے قیامت تک کی زندگی حاصل کر لی۔ ٹھیک ہے کہ ہم آپ علیہ السلام کے فیض اور آپ کے خلفاء کی روحانی برکات کے نتیجہ میں زیادہ چست ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں قربانیوں کے لیے زیادہ ہمت دیتا چلا جاتا ہے لیکن ہماری ابتدا تو دونی اور چونی سے

ہوئی تھی نا! اسی طرح جو نئے آنے والے ہیں انھیں بھی تو تربیت حاصل کرنے کے لیے کچھ وقت دینا چاہیے اور ان کے متعلق غصہ کے اظہار کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ وہ ایسے ماحول سے نکل کر آئے ہیں جس میں خدا کے نام پر ایک دھیلا دینا بھی موت سمجھا جاتا تھا۔ اور ایسے نئے ماحول میں داخل ہوئے ہیں جس میں دنیا کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی اور خدا اور رسول ﷺ کے نام پر سب کچھ قربان کیا جاتا ہے۔ اس لیے ان کو تربیت پاتے ہوئے کچھ وقت لگے گا۔

آپ ان کا نام بجٹ میں شامل نہ کر کے انھیں تربیت سے محروم کرتے ہیں۔ اگر بجٹ میں ان کا نام آجائے تو ہمیں علم ہے کہ یہ نئے دوست ہیں۔ اگر وہ اب چونی بھی دے دیں تو ٹھیک ہے لیکن وہ آئندہ سال بغیر کسی کوشش اور زیادہ دباؤ کے اپنے اندر ایک نیا احساس پائیں گے کیونکہ وہ سال بھر دیکھیں گے کہ مسجد میں جو شخص ان کے دائیں کھڑا ہوتا ہے وہ موصی ہے اور اپنی آمد کا دس فیصدی ادا کرتا ہے اور وقف جدید اور دوسری تحریکوں میں بھی حصہ لیتا ہے اور بائیں بھی ایسے ہی لوگ کھڑے ہیں۔ آخر خود بخود ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ ہم ان لوگوں سے کیوں پیچھے رہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان پر فضل فرمائے گا اور خود بخود ان کے دل میں قربانی کے لیے جوش پیدا ہوتا جائے گا۔

پس جب آپ ایسے لوگوں کو بجٹ میں شامل ہی نہیں کرتے تو وہ تربیت سے محروم رہ جاتے ہیں، کیونکہ آپ انھیں چندہ کی تحریک ہی نہیں کرتے۔ اگرچہ اور بھی بہت سی تربیتی سکیمیں ہیں جن کی وجہ سے ہم ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہتے ہیں لیکن چندہ بھی ایک اہم سکیم ہے کیونکہ ہر ماہ محصل چندہ کی وصولی کے لیے لوگوں کے پاس جاتا ہے اور تحریک کرتا ہے کہ چندہ دو۔ جب کسی کا نام بجٹ میں شامل ہی نہ کیا جائے گا تو اسے تحریک کیسے کی جائے گی؟

اسی طرح اس نے تو آپ کے ماحول میں جو اس کے لیے اجنبی تھا خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر چھلانگ لگا دی لیکن اگر آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو یقیناً وہ تربیت حاصل نہ کر سکے گا اور آخر پیچھے ہٹ جائے گا تو یہ بڑا ظلم ہو گا ایسے انسان پر۔

پھر میں سمجھتا ہوں کہ ریسرچ کے لیے بھی یہ ایک بڑا دلچسپ مضمون ہو گا کہ مثلاً زید ۱۹۶۶ء میں احمدی ہوتا ہے۔ اسے قاعدہ کے لحاظ سے پچاس روپے چندہ دینا چاہیے لیکن وہ کہتا ہے کہ میں صرف ایک روپیہ دوں گا۔ ہم اسے کہتے ہیں ٹھیک ہے تم ایک روپیہ ہی دو کیونکہ اس کی تربیت نہیں ہوئی ہوتی، لیکن وہ ہمارے ماحول میں رہتے ہوئے اس ایک روپیہ پر قائم نہیں رہ سکتا۔ دوسرے سال وہ ایک روپیہ سے بڑھا کر پانچ، دس پندرہ اور بیس روپیہ کر دے گا اور آخر پچاس روپے کی بجائے وہ ساٹھ روپے ادا کرنے لگے گا اور دو تین سال تک جب اس کی تربیت پختہ ہو جائے گی تو وہ کسی صورت میں آپ سے پیچھے رہنے کے لیے تیار نہیں ہو گا۔ بلکہ اس کی غیرت یہ تقاضا کرے گی کہ وہ دوسرے ساتھیوں سے آگے بڑھ جائے۔ کیونکہ اسے احساس ہو گا کہ میرے ساتھی تو گذشتہ بیس سال سے قربانیاں کر رہے ہیں اور میں وہ بد قسمت انسان ہوں کہ اس بیس سال کے عرصہ میں میں ان کی مخالفت کرتا رہا ہوں۔ اب جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر صداقت کھول دی ہے مجھے پچھلے دھونے بھی دھونے ہیں۔ اس طرح وہ آگے بڑھنے والوں سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا۔ ایسی کئی مثالیں ہماری اسلامی تاریخ میں پائی جاتی ہیں۔ پس بجٹ پورا بنائیں اور اس وہم، خوف اور خطرہ کی بنا پر کہ اگر آپ نے صحیح بجٹ بنایا تو شاید آپ کی گرانٹ میں کمی ہو جائے اپنے کمزور یا نئے احمدیوں پر ظلم نہ ڈھائیں۔ ....ہم ان کے لیے دعائیں بھی کریں گے اور تدابیر سے بھی انھیں سمجھانے کی کوشش کریں گے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ہمارا رب آہستہ آہستہ ان کے دلوں میں ایک نیک تبدیلی پیدا کرتا چلا جائے گا اور وہ پہلے آنے والوں کی نسبت پیچھے رہنے والے نہیں بنیں گے بلکہ کچھ عرصہ کے بعد شاید وہ ان سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش شروع کر دیں۔

(خطبات ناصر جلد 01 صفحہ **231-232**۔ خطبہ جمعہ 22 اپریل 1966ء)

نومبائعین ہماری دعاؤں کے مستحق ہیں

خدا تعالیٰ سے یہ دعا بھی کریں۔.... کہ اب ملک ملک کے لوگ جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ وہ ہزار ہا میل دور ہیں چار ہزار میل دور، پانچ ہزار میل دور، دس ہزار میل دور۔ تربیت کے مواقع ان کے لیے کم ہیں۔ ایک ایمان کا جذبہ ہے، ایک محبت ہے جو ان کے اندر موجود ہے۔ لیکن ہر جذبہ اپنی نشوونما کے لیے کچھ تدبیر مانگتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے لیے کچھ کیا جائے۔ اس چیز کی کمی ہے۔ خدا تعالیٰ ان کے لیے ایسے سامان پیدا کرے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں کے لیے اسوۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بنیں اور اس طرح پر وہ لوگوں کی توجہ اُس حسن اور اس احسان کی طرف کھینچنے والے ہوں جس حسن اور احسان نے حقیقتاً نوعِ انسانی کے دل کو اپنی طرف کھینچ کر ایک انقلابِ عظیم بپا کرنا ہے، وہ حسن اور وہ احسان جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن واحسان ہے کہ جس سے بڑھ کر کہیں اور نوعِ انسان میں آدم سے لے کر آج تک ہمیں نظر نہیں آیا۔ پس وہ لوگ بھی بہت دعاؤں کے مستحق ہیں۔ ان لوگوں کی بڑی قربانی ہے۔ ان کا اپنا ایک ماحول ہے، وہ گندہ ہے، خراب ہے، جو کچھ بھی ہے، لیکن وہ اس ماحول کی پیداوار ہیں۔ اس میں سے وہ نکلے ہیں اور وہاں سے اُنھوں نے اپنے قدم اُٹھائے ہیں، لیکن خدا اور رسول کی خاطر انھوں نے اس ماحول کو چھوڑا ہے۔ ایک جذبہ کے ساتھ ایک ایمان کے ساتھ اُنھوں نے اپنے اس گندے ماحول کو چھوڑا ہے۔ خدا کرے کہ ان کو تربیت کے ایسے سامان مل جائیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے ہوں اور خدا کی نگاہ میں وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں شامل ہونے والے ہو جائیں۔ وہ لوگ بڑی قربانیاں دے رہے ہیں۔

(خطبات ناصر جلد 6 صفحہ **488**۔ خطبہ جمعہ 16 جولائی 1976ء)

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

نومبائعین کی تربیت سے غفلت کی وجہ سے درپیش خطرات

جہاں کثرت کے ساتھ جماعت احمدیہ کو خوشخبریاں مل رہی ہیں اور فوج در فوج بعض علاقوں میں لوگ احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں، وہاں اس کے ساتھ ہی ایک انذار کا پہلو بھی ہے اور وہ انذار کا پہلو یہ ہے کہ اگر ہم ان کی تربیت سے غافل رہے، یہ احمدیت میں داخل ہوئے اور ویسے کے ویسے ہی رہے جیسے پہلے تھے یا ان کے ایمان کے استحکام کا انتظام نہ کیا اور ان کو ثابت قدم رکھنے کے لیے دعائیں نہ کیں، ان کی تربیت اس رنگ میں نہ کی کہ ان کی بدیاں مٹنی شروع ہو جائیں اور ان کے بدلے نیکی کے رنگ چڑھنے شروع ہو جائیں تو یہ سارے جو نومبائع ہیں یا جو احمدیت میں اور اسلام میں نئے داخل

ہوئے ہیں یہ خطرے کی حالت میں ہیں۔

کئی قسم کے خطرے ان کو درپیش ہیں اول یہ کہ ایمان کے بعد اگر کچھ عرصہ انسان علم اور تربیت سے محروم رہے تو اسی حالت میں وہ پختہ ہو جایا کرتا ہے۔ پھر اس کو سمجھانے اور اس کی تربیت کرنے کے مواقع کم رہتے ہیں اور اگر آپ سمجھانے کی کوشش بھی کریں تو وہ شخص جو تازہ ایمان لایا ہو اس کے سمجھنے اور اس کے تعاون کرنے کے نفسیاتی طور پر زیادہ امکانات ہیں اور جو اس حالت میں دیر تک آکر سرد ہو چکا ہو اس کے تعاون کرنے کے امکانات بعید ہیں، اس لیے کہ نئے آنے والے کی حالت ایک بچے کی سی ہوتی ہے۔....

پس یہ بہت ہی بڑی ذمہ داری ہے جو جماعت کے اوپر ڈالی گئی ہے اور کثرت کے ساتھ لوگوں کا فوج در فوج داخل ہونا ہمیں انتباہ بھی کر رہا ہے کہ اگر تم نے بروقت ان ذمہ داریوں کو ادا نہ کیا تو تمہارے لیے اور آئندہ بنی نوع انسان کے لیے خطرات درپیش ہو سکتے ہیں۔ عدم تربیت یافتہ اور رنگ میں بھی دنیا کے لیے خطرات کا موجب بن جاتے ہیں کیونکہ وہ عقائد کے لحاظ سے بعض دفعہ نئی نئی باتیں گھڑ لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اسلام کی تاریخ کا آپ مطالعہ کریں تو بہت سے بدعقائد جو آج مسلمانوں میں رائج دکھائی دیتے ہیں وہ باہر سے آنے والی قوموں کی پیداوار تھے۔ بہت سے فرقوں کی بنیاد اسی طرح ڈالی گئی۔(خطبات طاہر جلد 9 صفحہ 256-257۔ خطبہ جمعہ **11** مئی 1990ء)

تربیت نومبائعین کے لیے وقف عارضی کے نظام کو دوبارہ زندہ کریں

احمدی ہونے والوں کا جائزہ لے کر دیکھ لیں کہ وہ اخلاص میں ترقی کریں بھی اس کے باوجود ان کے اندر علمی خلاء دکھائی دیں گے اور جماعت کے عقائد کے لحاظ سے ان کی گہرائی میں اترنے کے لیے ان کو ابھی کئی سفر کرنے ہیں۔

.... آج کل خدا کے فضل سے کثرت سے تبلیغ ہو رہی ہے اور جوق در جوق بعض جگہ لوگ اسلام یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ ان سب جگہوں میں وقف عارضی کے نظام کو دوبارہ زندہ کرنا بے حد ضروری ہے۔

.... خدام اور انصار اور لجنات قرآن کریم سکھانے اور نمازیں سکھانے کے اپنے پروگرام میں اس مضمون کو پیشِ نظر رکھیں اور وہ بھی ایک تربیتی اور تعلیمی نظام جاری کر دیں جو سارا سال کام کرتا رہے۔ اس طریق پر جب ہم کام کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ جس کثرت کے ساتھ دنیا میں اسلام پھیلے گا اسی رفتار کے ساتھ ساتھ اسلام کا روحانی نظام مستحکم ہوتا چلا جائے گا اور جو شخص بھی اسلام میں داخل ہو گا وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے کامل طور پر ایک ایسے نظام کا حصہ بن جائے گا جو اس کو سنبھالنے والا ہو گا اور نئے آنے والوں کو سنبھالنے والا ہو گا۔ ان کی ذہنی اور علمی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہو گا۔ ان کی اخلاقی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہو گا اور وہ ایک ٹھوس مستقل نظام کا جزو بن کر ایک عظیم قافلے کے طور پر شاہراہِ اسلام پر آگے بڑھنے والے ہوں گے۔ یہ نہیں ہو گا کہ کچھ لوگ داخل ہوئے۔ رپورٹوں میں ذکر آگیا۔ نعرہ ہائے تکبیر بلند ہو گئے اور پھر دو سال چار سال کے بعد نظر ڈال کے دیکھی تو پتا چلا کہ وہ سارے علاقے آہستہ آہستہ عدم تربیت کا شکار ہو کر واپس اپنے اپنے مقام پر چلے گئے ہیں۔(خطبات طاہر جلد 9 صفحہ 262-265۔ خطبہ جمعہ **11** مئی 1990ء)

تبلیغ کرنے والا نومبائعین سے مستقل رابطہ رکھ کر ان کی تربیت کرے

پس ایمان لانے کے ساتھ ہی سب برائیاں دور نہیں ہو جایا کرتیں اور یہ خصوصاً ان مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے جو دنیا میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں محض تبلیغ کے ذریعے کسی کو مسلمان بنالینا اور یہ سمجھ لینا کہ فرض ادا ہو گیا ہرگز کافی نہیں کیونکہ بہت سے ایسے ایمان لانے والے ہوں گے جو سچے دل سے توبہ بھی کر چکے ہوں گے لیکن اپنی بہت سی بدیاں ساتھ لے کر آئیں گے جن سے چھٹکارا پانا ان کے بس میں نہیں۔ اگر ان کی طرف توجہ نہ کی گئی، اگر تبلیغ کرنے والا ان سے مستقل تعلق رکھ کے ان کی برائیاں دور کرنے میں ان کی مدد نہیں کرتا تو ایسے ہی ہو گا جیسے بعض بچے وبائی امراض کا شکار ہوتے ہیں اور مائیں ان کو جگہ جگہ لیے پھرتی ہیں، اتنا نہیں سوچتیں کہ مجالس میں لے کے جائیں گی تو اور بھی بیماریاں پھیلائیں گی کئی مائیں میرے پاس بھی لے آتی ہیں جب میں پیار کرتا ہوں تو بتاتی ہیں کہ اس کو تو فلاں وبائی بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا ہے وہ الگ بات ہے لیکن جو مضمون ہے اس کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہئے۔ قرآن کریم نے ہمیں بتایا کہ لِأُوْلِي الْأَلْبَابِ اقرار کرتے ہیں کہ محض ایمان لانے کے نتیجے میں ہم پاک وصاف نہیں ہو گئے، ہمارے گناہ بخشے بھی جا چکے ہوں تب بھی ہمارے اندر برائیاں موجود رہیں گی اور تیری مدد کے سوا وہ برائیاں دور نہیں ہو سکتیں۔ پس مومنوں کو نومبائعین کی فکر کرنی چاہئے اور ان کے ساتھ لگ کر ان کی کمزوریاں دور کرنے میں ان کی مدد کرنی چاہئے ورنہ اسی طرح کھلے چھوڑ دیے گئے تو باقی جماعت میں بھی وہ اپنی بیماریاں پھیلاتے رہیں گے۔

(خطبات طاہر جلد **10** صفحہ 332۔ خطبہ جمعہ 19 اپریل 1991ء)

پہلے تین مہینے تربیت پر خاص زور دیں

پہلے تین مہینے تربیت پر خاص زور دیں۔ یعنی جو نئے آنے والے ہیں ان کو سنبھالیں، ان کو تعلیم دیں، ان کی تربیت کریں، ان کو اعلیٰ اخلاق کے مضامین سمجھائیں اور ان پر عمل پیرا کرنے میں ان کی مدد کریں۔.... جو پھل اللہ تعالیٰ عطا فرما رہا ہے اسے سنبھالیں۔ جو بھی احمدی ہوتا ہے امیر کا کام ہے کہ جائزہ لے کہ وہ کسی کے سپرد ہوا بھی ہے کہ نہیں؟ کوئی اس سے مستقل تعلق رکھ بھی رہا ہے کہ نہیں؟ کوئی نظر ڈال بھی رہا ہے کہ نہیں کہ احمدی ہونے کے بعد کہیں کھسکنا تو نہیں شروع ہو گیا؟ یعنی غیروں کے اثر اور ان کے دباؤ کے نیچے یا معاشرے کی دوسری کشش کے نتیجے میں اس نے آہستہ آہستہ واپسی کا سفر تو نہیں کر لیا؟ یہ ہو جایا کرتا ہے مگر آپ کو اس ضمن میں ہوشیار ہونا پڑے گا۔ اگر نگرانی رکھیں اور ہوشیار رہیں، ہر نئے احمدی پر نظر ہو، پتا ہو کہ کوئی پیار کرنے والا، کوئی محبت کرنے والا، کوئی اچھی نصیحت کرنے والا، کوئی نیک اعمال والا شخص یا خاندان ان کی نگرانی کر رہا ہے، ان کو جذب کر رہا ہے تو پھر یہ اطمینان ہو گا کہ ہاں یہ کام صحیح خطوط پر چل پڑا ہے لیکن جس کثرت سے خدا کے فضل سے احمدی ہو رہے ہیں اسی کثرت سے جو تربیت کے تقاضے ہیں میں سمجھتا ہوں اس میں ابھی کمی ہے۔

(خطبات طاہر جلد 12 صفحہ 720-721۔ خطبہ جمعہ 17 ستمبر 1993ء)

نومبائعین کو سنبھالنے کی ایک ترکیب

ان (نومبائعین) کو سنبھالنے کی ایک ترکیب یہ ہے کہ ان کو مبلغ بنا دیں۔ جس طرح آپ جب دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں تو آپ کا نفس آپ کو نصیحت کرتا ہے، اسی طرح جو نیا ایمان لانے والا ہے جب وہ دوسرے ساتھیوں کو ایمان کا پیغام پہنچاتا ہے تو وہی پیغام اس کے اندر بھی مل رہا ہوتا ہے، وہ اس کو پہلے سے بڑھ کر تقویت دے رہا ہوتا ہے۔ جب غیر اس کے مقابل پر دلائل لاتا ہے تو وہ خود ڈھونڈتا ہے کہ جو مذہب میں نے اختیار کیا

ہے اس کی تائید میں دلائل کیا ہیں اور اس طرح اس کا نفس تربیت شروع کر دیتا ہے۔ بارہا میں نے آپ کو توجہ دلائی ہے کہ باہر کا مربی بھی اچھا ہے لیکن جب نفس کے اندر مربی پیدا ہو جائے تو اس کی کوئی مثال نہیں۔

(خطبات طاہر جلد 12 صفحہ 721-722۔ خطبہ جمعہ 17 ستمبر 1993ء)

نومبائعین کے تربیت کے لیے الگ شعبے کے قیام کی ضرورت

نظام جماعت میں نئے آنے والوں کی تربیت کے لیے ایک الگ شعبہ اس رنگ کا قائم ہو جائے جو پہلے نہیں تھا۔ اصلاح وارشاد تو ہے، تربیت کے سیکرٹری بھی ہیں، تربیت کے مختلف عہدے موجود ہیں، لیکن میں جس بات کا ذکر کر رہا ہوں وہ خصوصیت سے نومبائعین کے حوالے سے کر رہا ہوں اور اس پہلو سے ہمیں اب مستقلاً ایسے شعبے کے قیام کی ضرورت ہے اور اعلیٰ پیمانے پر اس نظام کو جاری کرنا ضروری ہے کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ کے فضل کے ساتھ اب ہماری تبلیغی کوششوں کو کثرت سے پھل لگنے والے ہیں۔۔۔۔ انہیں سنبھالنے کی تیاری کرنا انتہائی ضروری ہے، ورنہ یہ لوگ خود بھی نقصان اٹھائیں گے جو بغیر تربیت کے پڑے رہیں گے اور آپ کو بھی نقصان پہنچائیں گے اور آپ کے اندر بھی غلط رسمیں جاری کریں گے، اسلام سے ہٹی ہوئی عادات اپنے ساتھ لے کر آئیں گے اور کئی قسم کی بدیاں ہیں جو ان کے ساتھ داخل ہو جائیں گی۔ اس لیے لازم ہے کہ نئے آنے والوں کو پہلے Quarantine میں رکھا جائے، ان کی تربیت کی جائے، ان کے جراثیم دھوئے جائیں، ان کو ہر قسم کے گند سے صاف کیا جائے اور پاک صالح وجود بنا کر نظام جماعت کا حصہ بنایا جائے۔ (خطبات طاہر جلد 12 صفحہ **829**۔ خطبہ جمعہ 29 اکتوبر 1993ء)

نومبائعین کے ساتھ ذکر کی مجلسیں لگائیں

دعوت الی اللہ کا اگر صرف یہی مقصد ہو اگر احمدیوں کی تعداد بڑھے تو یہ تو ایک لغو اور بے معنی مقصد ہے۔ اللہ سے محبت کرنے والوں کی تعداد بڑھانا مقصد ہے۔ خدا کا ذکر کرنے والوں کی تعداد بڑھانی ہے۔ پس اگر بھرتی کر کے آپ ایک طرف پھینکتے چلے جائیں ان کو تو کیا فرق پڑتا ہے، خدا کے بندوں کی دنیا تو اربوں تک ہے۔ چند آدمی ہم نے اپنی جماعت میں مزید داخل کر لیے تو کیا فرق پڑے گا۔ وہ آدمی بنائیں جن کے آنے سے، جن کے ذکر سے زمین سے آسمان تک فرشتوں سے بھر جائیں اور فرشتے ان پر سایہ کریں اور جو ان کے ساتھ بیٹھے اس کے بھی مقدر جاگ جائیں۔ خواہ وہ چلنے پھرنے والا مسافر ہی کیوں نہ ہو۔ جس کے پاس وہ بیٹھیں اس کے نصیب جگا دیں اور یہ ذکر الٰہی سے ممکن ہے کیونکہ یہ مضمون ذکر الٰہی کے تعلق میں بیان ہوا۔ پس جن لوگوں کو آپ احمدی بناتے ہیں۔ ان کے ساتھ ذکر کی مجلسیں لگائیں۔

(خطبات طاہر جلد 12 صفحہ **976**۔ خطبہ جمعہ **17** دسمبر 1993ء)

نومبائعین کی کثرت کے وقت آنحضرت ﷺ کی دعا

نئے آنے والے جب زیادہ ہوں تو جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا تھا آنحضرت ﷺ کا دستور تھا کہ خدا تعالیٰ کی نصیحت کے پیش نظر یہ دعا کرتے تھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ پس اس دعا میں نئے شامل ہونے والوں کو بھی یاد رکھیں، اپنے آپ کو بھی یاد رکھیں، ان جماعتوں کو یاد رکھیں جن پر نئی ذمہ داریاں عائد ہو رہی ہیں۔

(خطبات طاہر جلد 14 صفحہ **307**۔ خطبہ جمعہ 28 اپریل 1995ء)

(مضمون کا بقیہ حصہ جنوری فروری 2025ء کے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ)

سالانہ مقابلہ مقالہ نویسی 2024ء

مجلس انصار اللہ برطانیہ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے سالانہ مقابلہ مقالہ نویسی 2024ء کا عنوان "عباد صالحین" مقرر تھا۔ امسال اس مقابلے میں مجموعی طور پر **104**/ انصار شامل ہوئے۔ ویسٹ مڈلینڈز ریجن کے ناظم تعلیم مکرم ساجد لطیف صاحب نے **41**/ مضامین بھجوا کر پہلی پوزیشن حاصل کی۔ امسال مضامین کو تین کیٹیگریز میں تقسیم کیا گیا تھا۔ منصفین کے فیصلے کے مطابق تینوں کیٹیگریز میں پوزیشن حاصل کرنے والے انصار کے اسماء درج ذیل ہیں۔ تمام شاملین کو ریجنل ناظمین تعلیم کے ذریعے سندات شرکت اور انعامات ارسال کیے جارہے ہیں۔ قارئین سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ درج ذیل انصار کے لیے یہ اعزاز بابرکت فرمائے اور شامل ہونے والے انصار کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

English: "Righteous Servants"

(Total participants: 30)

1st: Mr Belaid Abdussalam Jheengoor

(Majlis Surbiton, Region Masroor)

2nd: Mr Syed Tariq Waquar

(Majlis Wallington, Baitul Ehsan Region)

3rd: Mr Kalim Tahir

(Majlis West Croydon, Region South)

4th: Mr Mansoor Ahmad

(Majlis Raynes Park, Region Masroor)

5th: Mr Sharfur Rahman

(Majlis Slough, Region Nasir)

اردو میں ٹائپ شدہ مضامین

(موصول شدہ کُل مضامین = 38)

اوّل: مکرم شہزادہ مبشر صاحب (گلاسگو ساؤتھ۔ سکاٹ لینڈ ریجن)

دوم: مکرم ندیم احمد کرامت صاحب (سٹن۔ بیت الاحسان ریجن)

سوم: مکرم عثمان احمد علی صاحب (گرین فورڈ۔ ناصر ریجن)

چہارم: مکرم احسان اللہ قمر صاحب (بیٹرسی۔ طاہر ریجن)

پنجم: مکرم تصور احمد خالد صاحب (ناربری۔ ساؤتھ ریجن)

اردو میں تحریر کردہ مضامین

(موصول شدہ کُل مضامین = 36)

اوّل: مکرم عبدالقادر فاروقی صاحب (والٹن آن تھیمز۔ مسرور ریجن)

دوم: مکرم احسان محمد باجوہ صاحب (روہیمپٹن۔ بشیر ریجن)

سوم: مکرم رفیق صالح ناصر صاحب (سالی ہل۔ ویسٹ مڈلینڈز ریجن)

چہارم: مکرم خورشید احمد جاوید صاحب (ڈیوڈلی۔ ویسٹ مڈلینڈز ریجن)

پنجم: مکرم مبشر احمد صاحب (وول روہیمپٹن۔ ویسٹ مڈلینڈز ریجن)

(قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ برطانیہ)